تحقیق الآمال فیما ینفع المیت من الاعمال
بنام
ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت
تالیف:
سید محمد علوی مالکی علیہ الرحمہ
(مکہ مکرمہ)
ترجمہ:
عبدالخالق مصباحی (انگسوی)
ناشر ـــــ
ڈینٹس آرگنائزیشن آف جامعہ اشرفیہ (کولکاتا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
ایصال ثواب، زیارت قبور، تلقین میت، تعزیت اہل میت کے اثبات میں
حجاز مقدس کی پر بہار فضاؤں میں گونجنے والی آواز حق وانصاف
تحقیق الآمال فیما ینفع المیت من الاعمال
بنام
ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت
تالیف:
سید محمد علوی مالکی
(مکہ مکرمہ)
ترجمہ:
عبدالخالق مصباحی (انگسوی)
ناشر
صُفہ اسٹوڈینٹس آرگنائزیشن آف جامعہ اشرفیہ (کولکاتا)

نام کتاب: تحقیق الآمال فیما ینفع المیت من الأعمال
مؤلف: علامہ سید محمد بن علوی مالکی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
نام ترجمہ: ایصال ثواب کی شرعی حیثیت
مترجم: عبدالخالق مصباحی (انگسوی)
تصحیح و تقدیم: حضرت مولانا دستگیر عالم مصباحی
استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ، (یوپی)
نظر ثانی: محمد امام الدین مصباحی (گریڈیہ، جھارکھنڈ)
و محمد عبدالقدیر قادری مصباحی، محبوب نگر (اے پی)
طلبۂ تحقیق فی الفقہ، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
پروف ریڈنگ: محمد شاداب رضا مصباحی، محمد رضا فیضی، و رفقائے صفہ۔
کمپوزنگ: رفقائے صُفّہ (صُفّہ کمپیوٹر زون)
صفحات: ۱۰۴
تعداد اشاعت: ۱۱۰۰
اشاعت خصوصی: یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۲/ اپریل ۲۰۱۴ء
بموقع اکتالیسواں عرس حافظ ملت و جشن دستار فضیلت (برکات اخیار ۱۴۳۵ھ)
قیمت:
ناشر: صفہ اسٹوڈینٹس آرگنائزیشن آف جامعہ اشرفیہ (کولکاتا)
تقسیم کار: مکتبۃ المصباحی، لاحیاء التراث العلمیہ، انگس ہگلی مغربی بنگال۔ 712221

Mob: 09454475741 - abdulkhaliquemisbahi@gmail.com

فہرست کتاب

شرف انتساب

ابوالفیض جلالۃ العلم
حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
بانی: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ
کی بارگاہ علم وفیض میں جن کے فیضان سے بے شمار
تشنگان علم وفیض مستفیض ہوکر دنیا بھر میں لعل وگہر بن کر بکھر گئے
اور
دعوت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں

گدائے بارگاہ ابوالفیض
عبدالخالق مصباحی

ایصال ثواب

اپنی اس سعی کو اس ذات گرامی کے نام کرتا ہوں جنھوں نے اپنی مرض الموت کی حالت میں مجھے جامعہ اشرفیہ رخصت کرتے وقت انتہائی مشفقانہ لہجے میں کہا تھا: ”بیٹا! میرا وصال ہوجائے جب بھی امتحان مت چھوڑنا، آپ عالم بنو گے، سب بھائیوں سے مل جل کر رہنا“ اور اپنی ہتھیلیوں سے میرے سر پر سایہ کرتے ہوئے رخصت کیا تھا۔ مجھے یقین نہ تھا کہ والد محترم میری آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب چھوڑ کر خود مسکراتے ہوئے اتنی جلدی رخصت ہو جائیں گے۔ مگر رحمت ایزدی کو جو منظور تھا وہ ہونا ہی تھا۔ یعنی ان سے ملاقات کر کے جامعہ میں میری واپسی کے دو دن بعد چہار شنبہ ۱۹، جون ۲۰۱۲ء مطابق ۲۸، رجب المرجب ۱۴۳۳ھ شب تقریبا ۱۰ بجے آپ (نور اللہ مرقدہ) طویل علالت کے بعد اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔ ع

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے

عبدالخالق مصباحی (انگسوی)

عرض ناشر

صفہ اسٹوڈینس آرگنائزیشن آف جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اولوالعزم اور شاہین صفت طلبہ جامعہ اشرفیہ کی وہ تنظیم ہے جو اپنے روز قیام سے ہی اپنے مقاصد و اہداف کو عبور کرنے کے لیے مسلسل سرگرم عمل ہے۔

مسلم معاشرے میں تعلیمی بیداری، نوجوان طلبہ کی خصوصی رہنمائی، غریب ونادار طلبہ کی حصول تعلیم میں ممکنہ امداد، باذوق طلبہ کی حوصلہ افزائی و صحیح رہنمائی، دعوت و تبلیغ کے عصری تقاضوں سے لیس ہوکر میدان عمل میں مخلصانہ جدوجہد اور فروغ سواد اعظم کے لیے امام اہل سنت کے دس نکاتی پروگرام کو عملی جامہ پہنانا تنظیم صفہ کے بنیادی عزائم واہداف ہیں۔

تنظیم کے جملہ شعبوں میں نشرواشاعت کا بھی ایک شعبہ ہے جو پندرہ روزہ جداریہ "پیغام حق" کولگاتا سلسلہ وار شائع کرتا ہے۔ جس میں مشاورت سے لے کر ادارت تک کا کام نوخیز باذوق طلبہ ہی کرتے ہیں۔

اس شعبے کے کارکنان نے عام فہم زبان میں عوام الناس کے افادے کے لیے متعدّد مواقع پر پمفلٹ وکتابچہ شائع کرکے تقسیم کرنے کا بھی شرف حاصل کیا ہے۔ زیرنظر کتاب "ایصال ثواب کی شرعی حیثیت" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جسے محب گرامی مولانا عبدالخالق مصباحی (بانی وصدر صفہ اسٹوڈینس آرگنائزیشن) حفظہ اللہ نے عربی زبان سے اردو کے قالب میں ڈھالنے کی قابل تحسین سعی کی ہے جس کے لیے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ موصوف جواں سال عالم دین ہونے کے ساتھ عمدہ فکر کے حامل، دینی وملی مسائل کا درد اور ہمیشہ کچھ کرتے رہنے کا جذبہ اپنے سینے میں رکھتے ہیں۔ جب بھی ملاقات یابات ہوتی ہے کسی علمی یارفاہی اشو کو ضرور چھیڑ دیتے ہیں، اللہ ان کے علم وعمر میں برکتیں عطافرمائے اور ان کے جذبے کو سلامت رکھے آمین۔

اس موضوع پر مارکیٹ میں کئی ایک کتاب دستیاب ہونے کے باوجود یہ کتاب گوناگوں خصوصیات کا حامل ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ عالم عرب کے

شہرت یافتہ اسکالرمکہ مکرمہ کی پر بہار فضاؤں میں پروان چڑھنے والے عظیم محقق علامہ سید محمد بن علوی مالکی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے تالیف فرمائی ہے جس کا اصل عربی نام "تحقیق الآمال فیما ینفع المیت من الأعمال" ہے۔کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بھرپور مواد کی حامل، سہل انداز تفہیم، اصولی طرز استدلال علمی پیرایہ بیان سنجیدہ اور معیاری تحقیق سے پر ہونے کے ساتھ ساتھ منکرین ایصال ثواب اور نام نہاد سلفیوں کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے جو بے سوچے سمجھے، یا جہالت وعناد کی بنیاد پر ایصال ثواب، تلقین میت، اہل مصیبت کی تعزیت، زیارت قبور وغیرہ مسائل پر سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے افراد پر شرک کا اتہام رکھتے ہیں اور حقیقی اور اصولی اختلافات سے عوام الناس کو پردے میں رکھتے ہیں۔

قارئین کتاب کے مطالعے سے ضرور یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوں گے جو فکر و نظر اہل سنت و جماعت کی بر صغیر ہندوپاک یعنی ایشیا کے ممالک میں ہے اس فکر و نظر کو ماننے والے "حجاز مقدس" اور "عرب مقدس" میں بھی ہیں۔

تنظیم صفہ اپنی بے سروسامانی کے باوجود اپنے چند محبان اصحاب صفہ کے مالی تعاون سے کتابی سلسلۂ اشاعت کا باضابطہ آغاز کررہی ہے۔رب کریم سے دعا ہے کہ اس علمی، تحقیقی اور مذہبی کام میں دامے، درمے، قدمے، سخنے کسی بھی طرح حصہ لینے والے جملہ شرکا کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین و علی آله و أصحابه و أهل بيته و سائر أمته أفضل الصلوٰة و التسليم.

محمد ندیم احمد مصباحی
بانی وسرپرست صفہ اسٹوڈینس آرگنائزیشن
۱۳؍مارچ ۲۰۱۴ء

E-mail:ssokolkata2012@gmail.com

عرض مترجم

زیر نظر کتاب میری پہلی باضابطہ تحریری کتابی کاوش ہونے کی وجہ سے غلطیوں کا مجموعہ ہو سکتی ہے اور اگر ایسا نہیں تو یہ محض رب تبارک وتعالیٰ کا فضل اور اساتذہ کرام کی نوازشات کا ثمرہ ہے۔ مترجم کی مرکزی ذمہ داری کسی بھی تحریر یا گفتگو کو ایک زبان سے دوسرے زبان کے قالب میں اتار دینا اور مغلق عبارات کی ایسی توضیح کہ قاری کو مراد سمجھ میں آجائے ہوا کرتی ہے۔اس حیثیت سے میں کتنا کامیاب ہوا یہ فیصلہ قارئین خود فرمائیں، ہمہ دانی کا دعوی نہ کبھی تھا، نہ اب ہے، نہ کبھی ہو گا انشا اللہ ۔رب تعالی کا ارشاد پاک "فوق کل ذی علم علیم" کا درس میرے رگ و ریشے میں ہے اور بزرگوں کا ادب واحترام میری خمیر میں۔ لہذا اگر ترجمے میں کوئی سقم ہو تو وہ راقم السطور مترجم کی کم علمی ہے اور اگر کوئی حسن نظر آئے تو وہ استاذ گرامی علامہ دستگیر عالم مصباحی دام ظلہ العالی کی نوازش وشفقت وکرم فرمائی۔ کیوں کہ عدیم الفرصتی کے باوجود کتاب کے متعدّد مقامات پر مغلق عبارات کی توضیح وتفہیم آپ نے کی ہے وہ خاص آپ ہی کا حصہ ہے۔

ایک مسلمان جان بوجھ کر نہ کتاب وسنت میں تصریف وتحریف کر سکتا ہے اور نہ اسلامی اصول وتعلیمات سے کھلواڑ، بلکہ ایک مومن ومسلم کے تصور وگمان سے بھی یہ ماوراء امر ہے، لیکن انسان غلطیوں کا پتلا ہے لہذا بتقاضائے بشریت کتاب میں کوئی غلطی یا نقص نظر آئے تو فورا بقید سطور وصفحات راقم کو مطلع فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ اس کی تصحیح کر لی جائے۔ چوں کہ یہ میری پہلی کاوش ہے اس لیے کتاب کے متعلق کسی بھی طرح کا تاثر، تنقید، اصلاح یا مفید مشورے کے لیے آپ اپنی تحریر ضرور ارسال کریں آپ کا ہم استقبال کرنے کو سراپا حاضر ہیں، اس شرط کے ساتھ کہ مجھے اپنی تعریف کی قطعا کوئی ضرورت نہیں، آپ میری کوتاہیوں اور خامیوں کی بے لاگ نشاندہی فرمائیں۔abdulkhaliquemisbahi@gmail.com

اب میں ان تمام حضرات کی بارگاہ میں تہدیہ وتشکر کی سوغات پیش کرتا ہوں جن کا اس کتاب کے ترجمہ وپیشکش میں یا کسی بھی طرح کا تعاون رہا ہے۔ تو

سب سے پہلے اپنے والدین کریمین کی بارگاہ میں جنھوں نے ہماری خاطر تمام کلفتوں کو برداشت کیا، زیور علم سے آراستہ کرنے کا سامان فراہم کیا اور جن کی خصوصی دعاؤں ہی کے طفیل آج میں لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ مترجمین کے صف میں کھڑا ہو سکا۔

اپنے تمام اساتذۂ کرام کی بارگاہ میں جن کے علمی فیضان سے فیض یاب ہو کر کتاب و قلم، تحقیق و تنقید سے ایک علمی رشتہ قائم ہوا اور جن کی نورانی زندگی کا قریب سے مطالعہ کر کے کچھ کر گزرنے کا حوصلہ موجزن ہوا۔ خصوصاً استاذ گرامی عمدۃ المحققین خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ علینا صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور، جنھوں نے ترجمہ سے پہلے ہی کتاب کا نام تجویز فرمادیا اور فرمایا کہ ''کتاب اچھی ہے، ترجمہ کرڈالو''، استاذ مکرم ادیب البیان علامہ دستگیر عالم مصباحی دام ظلہ العالی، جنھوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود ترجمے کی تصحیح و تصویب فرماکر، ایک قیمتی مقدمہ بھی رقم فرمایا اور استاذ گرامی مولانا ابوالفتح قادری پرنسپل دار العلوم فیضان میراں سورت، اون، گجرات، جنھوں نے حالات مولف رقم فرما ایک گراں قدر تقریظ بھی رقم فرمایا اور جگہ جگہ مفید مشوروں سے نوازا۔ اللہ ان شخصیات کو سلامت رکھے۔

اپنے بہنوئی، تمام بہنیں، عم اور عمات، جو والد گرامی کے وصال کے بعد ہر وقت مجھے حوصلوں، دعاؤں اور خوشیوں سے نوازتے رہے، میرے دونوں برادران گرامی وقار جنھوں نے مجھے مزید سفر تعلیم جاری رکھنے کے لیے فارغ البال رکھا، اور برادر مکرم و کرم فرما مولانا محمد افروز رضا خان رضوی غوثیہ مسجد بانکڑہ ہوڑہ، جنھوں نے میری ابتدائی درجات ہی سے تعلیمی سفر میں رہنمائی کرتے رہے، ہر خوشی و پریشانی میں مفید مشوروں سے بھی نوازتے رہے اور کسی بھی مرحلے میں مجھے شکستہ خاطر نہیں ہونے دیا۔

اپنے ان تمام احباب کی بارگاہ میں جنھوں نے اس علمی کام میں دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لے کر مجھے مزید کچھ علمی کام کرنے کا حوصلہ عطا کیا خصوصیت کے ساتھ محب گرامی وقار مفتی امام الدین مصباحی، برکاتی (گریڈیہ، جھارکھنڈ) و مفتی عبد القدیر قادری، مصباحی (محبوب نگر، اے پی) ریسرچ اسکالرس جامعہ اشرفیہ مبارک پور، کہ اول الذکر نے کتاب کے انتخاب میں تعاون کیا اور ثانی الذکر نے اپنے لیپ ٹاپ کا بلا شرکت غیر ۲/ ماہ کا مالک بنادیا جس سے کمپوزنگ و

تخریج کا کام آسان ہو گیا، اور پھر دونوں احباب نے کتاب پر نظر ثانی بھی کی۔

تمام رفقاے "صفہ" خصوصا محمد شاداب رضا مصباحی (کولکاتا) محمد نثار احمد صدیقی (کولکاتا) مولانا اشتیاق عالم مصباحی (بانی ممبر آف صفہ، توپسیا) محمد اشتیاق احمد انصاری (۲۴ ر پرگنہ) محمد صدام حسین (ہرپور ناگ، مشرقی چمپارن) محمد معین الدین (تیلنی پاڑہ) محمد علی رضا (کولکاتا) محمد ظفر الدین (دیوریا) محمد ساجد رضا (چھپرہ) محمد نسیم احمد (ویشالی) محمد عاصم رضا (توپسیا) اور دیگر رفقاء جنھوں نے تبییض، کمپوزنگ اور اور دیگر امور میں میرا ساتھ دیا اور ہم قدم رہے، ساتھ ہی محبان گرامی قدر برداران عزیز حافظ محمد سرور حسن و حافظ محمد سرفراز حسن (پٹنہ) جنھوں نے میرے ۴ ، یوم کے قیام پٹنہ کے دوران مجھ سے میرے حصے کا کام اپنے ذمہ لے کر اس علمی کام کے لیے فرصت کے لمحات عطا کیے اور میری ضیافت طبع کے لیے ہر طرح کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھا۔

اپنے تمام محسنین وکرم فرما جن میں قابل ذکر برادر گرامی مولانا محمد ندیم احمد مصباحی (چاپدانوی، بانی و سرپرست صفہ اسٹوڈینس آرگنائزیشن آف جامعہ اشرفیہ) و محب گرامی مولانا نور محمد مصباحی (تیلنی پاڑہ) رکن صفہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن و خطیب و امام مارواڑی کل مسجد، اور وہ معاونین جن کے مالی تعاون کے طفیل کتاب منظر عام پر آسکی۔

سبھوں کی بارگاہ میں **تشکر و امتنان** کا نذرانہ پیش کرتے ہوں اس دعا کے ساتھ کہ رب تعالیٰ تمام حضرات کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین.

خیر اندیش و طالب دعا
عبد الخالق مصباحی (انگسوی)
صفہ اسٹوڈینس آرگنائزیشن
آف جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۲۰ ر مارچ ۲۰۱۴ء

abdulkhaliquemisbahi@gmail.com

دعائیہ کلمات

از: مولانا رحیم اللہ خان مصطفوی، مدظلہ العالی، استاذ دی ادبی سوسائٹی ہائر سیکنڈری، انگس ہگلی

اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ نے اپنے محبوب مقدس (حضور پر نور مصطفیٰ جان رحمت ﷺ) کے طفیل میں حضرت مولانا عبد الخالق رضوی مصباحی انگسوی سلمہ کو اپنی مخصوص رحمت سے نوازا کہ انھیں حافظ قرآن وعالم دین بنایا، مزید رحمت ربی یہ ہے کہ کتاب ہذا کا مترجم بننے کا شرف عطا کیا اللہ تبارک و تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کتاب کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے اور اس کو مقبول عوام الناس کا درجہ عطا کرے۔آمین بجاہ سید المرسلین و آلہ و سلم۔

حافظ عبد الخالق رضوی سلمہ کے والد ولی عالم رضوی مرحوم (متوفی ۱۹/ جون ۲۰۱۲ء مطابق ۲۸ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ) سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی خلیق، ملنسار، علما نواز اور علماے کرام و صوفیاے عظام سے محبت رکھنے والے تھے یہی وجہ ہے اپنے تین لڑکوں میں سے ایک کو دینی و مذہبی تعلیم کے لیے منتخب کیا اور اپنی زندگی ہی میں ولد صغیر (عزیزی حافظ عبد الخالق مصباحی سلمہ) کو حافظ و عالم کی شکل میں دیکھا اور جب حافظ صاحب ازہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور، عربی یونیورسٹی میں عالمیت کے سال اخیر کے طالب علم تھے تو عین سالانہ امتحان کے ایام میں آپ اپنے معبود حقیقی سے جا ملے۔اللہ اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلے اور تمام علما، اولیا اور صوفیا کے صدقے اپنی رحمت و غفران سے نوازے۔

موصوف مرحوم کی دیرینہ خواہش تھی کہ حافظ صاحب کو جامعہ ازہر مصر میں تحقیق و ریسرچ کے لیے بھیجوں گا، دعا ہے کہ رب تعالیٰ وہاں جانے کی سبیل پیدا فرمادے آمین۔ساتھ ہی دعا گو ہوں کہ عزیزی حافظ صاحب کے بڑے بھائی محمد تبریز رضوی اور بڑے چچا جناب محمد عالم اشرفی صاحب اور ان کے تمام اہل خاندان کے لیے کہ اللہ ان کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت فرمائے۔

اب ہم عقیدت و محبت و نذرانہ پیش کرتے ہیں، اپنے ہم سبق ساتھی لیکن اب ہم سنیوں کے علمی پرچم و روحانی ستون حضرت علامہ محمد احمد مصباحی قبلہ مدظلہ العالی بارگاہ میں کہ حضرت

کا کرم ہے اور خاص علمی پرورش ہے کہ یہ بچہ دستار فضیلت کے ساتھ سند مترجم بھی عربی یونیورسٹی (جامعہ اشرفیہ) مبارک پور یوپی (ہند) سے حاصل کیا۔ شیخ جامعہ اشرفیہ حضرت مصباحی صاحب قبلہ موصوف کی علمی تربیت کا ایک انوکھا کارنامہ اور ہمارے دیار کے لیے ایک عظیم تحفہ مرحبا صد مرحبا۔

ناسپاسی ہوگی اگر ہم اپنی دعا میں بھول جائیں انگس مسجد کے سابق خطیب وامام عزیز القدر حضرت مولانا محمد افروز خان صاحب رضوی غازی پوری کو کہ جو اپنی مخلصانہ و ہمدردانہ کوششوں سے بچپن ہی سے عزیزی حافظ صاحب کے اندر علمی ذوق وشوق پیدا کرنے اور شخصیت سازی میں مثالی کردار ادا کیے۔ فجزاه الله احسن الجزا.

راقم الحروف (محمد رحیم اللہ خان مصطفوی غفرلہ) اور خانقاہ عبیدہ کے سجادہ نشین و چاپدانی ڈالہوزی مسجد کے خطیب وامام حضرت مولانا و قاری سید احسن المظفر الحسنی مد ظلہ العالی دونوں اپنے رب کی بارگاہ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں کہ عزیزی حافظ عبدالخالق مصباحی کی دستار فضیلت کو مبارک ومسعود بنائے، علم وعمل وعمر میں برکتیں عطا فرمائے، جامعہ ازہر میں حصول تعلیم کا موقع میسر فرمائے، علمی دنیا کا عظیم محقق اور سنی دنیا کا ایک بہترین پرچم اور ستون بنائے۔ آمین آمین آمین بحرمة حبيب الله سيدنا مصطفى جان رحمت حضور پرنور شفيع المذنبين محمد مصطفى صلى الله تعالى عليه و آله وصحبه و بارك وسلم.

محمد رحیم اللہ خان مصطفوی غفرلہ
استاذ ادبی سوسائٹی ہائر سیکنڈری، انگس ہگلی

تقریظ گرامی

(مشترکہ)

از: حضرت مولانا امان اللہ بلیاوی و حضرت مولانا غلام محی الدین تیغی مدظلہما العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسلام میں ایصال ثواب کا تصور مستحکم بنیادوں پر استوار ہے جمہور اہل اسلام کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ زندوں کے نیک عمل کا اجر ان کے مرحومین کو بھی ملتا ہے۔ کیوں کہ نیکی ایک ایسا عمل ہے جو ضائع نہیں ہوتی۔ قرون اولی سے لے کر آج تک مسلمانوں کے یہاں میت کے ایصال ثواب کے لیے جو خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے کبھی تلاوت وذکر کی محفل کی صورت میں کبھی مالی صدقہ وخیرات کی شکل میں اس کا مقصد اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ان بزرگوں اور رشتہ داروں کے ساتھ درگزر فرمائے اور اگر وہ نیک وصالح تھے توان کے درجات میں بلندی عطافرمائے اگر گنہ گار تھے تواللہ تعالیٰ اس اہتمام کے سبب ان کی بخشش ومغفرت فرمائے۔ یہ بالکل سیدھی سادی بات تھی جو ہر دور میں اسلامی معاشرے کا معمول رہی۔ لیکن برا ہواختلاف کا کہ اس نے ایسے غیر متنازع اور نفع بخش اُمور کو بھی متنازع اور مختلف فیہ بنادیا۔

عزیز گرامی قدر مولانا عبد الخالق مصباحی سلمہ نے ایسے دور میں (تحقیق الآمال فیما ینفع المیت من الاعمال) تالیف لطیف سید محمد بن علوی مالکی، کا اردو ترجمہ آسان اور عام فہم اسلوب میں عبارت کا نظم وربط برقرار رکھتے ہوئے اپنے مقصد میں بفضل خدا اور سول ﷺ کامیابی حاصل کی ہے۔

دعاگو ہیں کہ پروردگار جل جلالہٗ عزیزی مولانا عبد الخالق مصباحی کے علم وعمر میں برکتیں عطافرمائے۔ (آمین)

محمد غلام محی الدین تیغی انگسوی
خطیب وامام ملّاپاڑہ جامع مسجد
چنگیل، ہوڑہ مغربی بنگال
۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

فقیر امان اللہ بلیاوی عفی عنہ
خطیب چنگائیل جامع مسجد
چنگائیل ہوڑہ، (مغربی بنگال)
مورخہ ۱۳/ مارچ ۲۰۱۴ء
۱۱/ جمادی الاول شریف ۱۴۳۵ھ

تقریظ جلیل

از: حضرت مولانا ابوالفتح قادری دام ظلہ، شیخ الحدیث دارالعلوم فیضان میراں، اون، سورت

معمولات اہل سنت میں سے ایک قدیم معمول ایصال ثواب ہے۔ جس کا ثبوت قرآن و حدیث اور اقوال فقہا سے ہے۔

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے لیے دعا کرنے کا حکم دیا مشکوۃ شریف باب فضل الصدقہ میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوا کر فرمایا کہ "ھذہ لام سعد" یہ ام سعد کا کنواں ہے۔

فقہاے اسلام نے ایصال ثواب کو جائز قرار دیا۔

عبادت خواہ بدنی ہو یا مالی اس کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔ اور زندوں کے ایصال ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اس امر مباح کو بدعت اور ناجائز کہنا جہالت اور ہٹ دھرمی ہے۔

ایصال ثواب کے موضوع پر علامہ سید محمد علوی بن مالکی کی تصنیف بے نظیر "تحقیق الاعمال فیما ینفع المیت من الاعمال" سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

میری معلومات میں اس عظیم علمی معلوماتی شاہکار کو اب تک اردو میں منتقل نہیں کیا جاسکا تھا۔

الجامعۃ الاشرفیہ کے ایک لائق وفائق اور ہونہار فرزند عزیز اسعد و تلمیذ ارشد مولانا عبدالخالق مصباحی سلمہ نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور بڑی جانفشانی و عرق ریزی سے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک زبان کو دوسری زبان میں منتقل کرنا بڑی زرف نگاہی اور محنت شاقہ کا طالب ہے۔ اور اسی وادی پر خار سے گذرنے کی دشواریوں کو وہی سمجھ سکتے ہیں جنھوں نے کبھی اس میں قدم رکھا ہے جستہ جستہ ترجمہ دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا عبدالخالق مصباحی کو ترجمہ نگاری کا ذوق بھی ہے اور سلیقہ بھی۔

مولانا محترم عبد الخالق سلمہ صوبہ بنگال کے ضلع ہگلی کے ایک غیر معروف و مشہور قصبہ انگس میں پیدا ہوے۔ آپ کے والد ماجد مرحوم "ولی عالم" بڑے ہی دیندار اور علماے نواز تھے۔

بالخصوص ناچیز راقم الحروف سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے۔ (اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے)

مولانا موصوف نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم ضیاءالاسلام ہوڑہ اور مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف میں حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کی خاطر ہندوستان کے مرکزی درسگاہ "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور میں داخلہ لیا۔ اور امسال انتالیسواں عرس عزیزی کے موقعے پر ہر علماو مشائخ اہل سنت کے مقدس ہاتھوں سے خلعت دستار فضیلت سے نوازے جائیں گے۔ (انشاءاللہ العزیز)

آج مجھے اتنی خوشی ہورہی ہے، جسے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ مستقبل میں بہت ساری امیدیں مولانا موصوف سے وابستہ ہیں۔

رب قدیر ان کی اس سعی کو قبول فرمائے۔ اور مزید دین وسنت کی خدمت کی توفیق بخشے۔ اور اس ترجمہ کو نافع عوام وخواص بنائے۔ بیدہ الخیر و ھو علیٰ کل شئی قدیر

العبد العاصی

ابوالفتح قادری

شیخ الحدیث وصدر المدرسین

دارالعلوم فیضان میراں للبنات اون سورت

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

بروز چہار شنبہ

حالاتِ مؤلف

از: حضرت مولانا مفتی ابوالفتح قادری، صدر المدرسین دارالعلوم فیضانِ میر اللبنات، سورت

فضیلۃ الشیخ سید محمد بن عباس علوی مالکی حجاز مقدس کے سب سے معروف وجلیل القدر اور باثر عالم دین تھے۔

آپ کا نسب ستائیس واسطوں سے حضور اکرم نور مجسم ﷺ سے جاملتا ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اسی مقدس وپاکیزہ ماحول میں نشوونما پائی اور مسجد حرام کے تعلیمی حلقوں سے استفادہ کیا۔

والد گرامی کے وصال کے تین دن بعد مکہ مکرمہ کے علما آپ کے در دولت پر تشریف لائے اور مسجد حرام میں والد ماجد کی جگہ تدریسی فرائض انجام دینے کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی۔ بفضلہ تعالیٰ پوری مستعدی وجا نفشانی کے ساتھ آپ نے اپنے فرائض منصبی کو پورا کیا۔ خود تحریر فرماتے ہیں:

و قد تعینت مدرسا رسمیا فی کلیۃ الشریعۃ سنۃ ۱۳۹۰ھ و بعد وفاۃ الوالد بثلثۃ ایام اجتمع العلماء مکۃ فی دارنا و کلفونی بالتدریس فی مقام الوالد فی المسجد الحرام و لا زلت مستعدا لہ بفضل اللہ و عونہ .

فضیلۃ الشیخ سید محمد بن عباس علوی مالکی کا گھرانہ علمی گھرانہ تھا ہر شب محفل میلاد کا انعقاد کرتے اور اختتام پر حاضرین کی ضیافت ہوتی۔

حجاز مقدس میں آپ کی دینی وجاہت، علمی شخصیت اور ہمہ گیر مقبولیت شیوخ وعلمائے نجد کو راس نہ آئی آپ کو علمی وفکری سطح پر خصوصی نشانہ بنایا، علمائے نجد نے آپ کو زیر کرنے کی سعی بلیغ کی، آپ کے خلاف مضامین لکھے گئے کتابیں شائع کر کے مفت تقسیم کی گئیں۔ یہاں تک کہ آپ کو گمراہ کہا گیا۔

سید محمد بن عباس علوی مالکی عالم اسلام کی مقبول ترین شخصیت کا نام تھا۔ یمن، انڈونیشیا، ملیشیا وغیرہ میں آپ کے ہزاروں تلامذہ پھیلے ہوئے ہیں۔

جب علمائے نجد کا فتنہ سر سے اونچا ہوگیا تو شیخ سید محمد بن علوی مالکی نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ارشاد فرمایا: سنو! اے ظالمو اور نادانو! اپنی زبان وقلم کو قابو میں رکھو۔

کتاب وسنت پر مبنی مسلک اہل سنت وجماعت جس پر میں اور اہل حجاز گامزن ہیں یہ مسلک، رسول اللہ ﷺ وخلفاے راشدین واہل بیت اطہار وصحابہ کرام وتابعین وتبع تابعین وائمہ اربعہ ومفسرین ومحدثین وفقہا وعلماے اسلام کے ذریعہ متوارث طور پر ہم تک پہنچا ہے۔

اسی مسلک سے وابستہ سواد اعظم ہیں۔ اور یہی مسلک صراط مستقیم ہے۔ سلف صالحین اسی جادۂ حق پر چل کر جوادِ رحمت باری کی نعمتوں سے ہمکنار ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے ہمیں بھی اسی مذہب مذہب اہل سنت وجماعت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنے کی تاکید وہدایت فرمائی ہے۔ اس لیے ہم اپنے کسی بھی موقف سے دست بردار ہونے

کے لیے کسی بھی قیمت پر تیار نہیں ہوں گے۔

یہ ہمارا محکم اور ناقابل تزلزل فیصلہ ہے اور اس کی صحت پر ہمارا بھر پور یقین اور اذعان ہے۔ تم ہمیں اصلاح کی دعوت نہ دو، بلکہ خود اپنی اصلاح کرو اور اپنے انحراف وکج روی کو چھوڑ کر سلف صالحین کی راہ پر آجاؤ۔ امت مسلمہ کے ساتھ بدگمانی اور اس پر بے بنیاد الزامات شرک وبدعت لگانے کی پرانی روش چھوڑ دو اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو اللہ کے بندوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اسی میں تمھاری عافیت و بھلائی ہے۔

مجھ سے تمھیں کوئی بات منوانی ہے تو اس کا صرف ایک طریقہ ہے اور اس سے الگ ہٹ کر کسی بھی جبر و قہر اور حکومت واقتدار کے بل پر تم مجھ سے کوئی بات نہیں منوا سکتے۔

یہ طریقہ کوئی نیا نہیں بلکہ پرانا ہے جسے امام احمد بن حنبل نے عباسی خلیفہ معتصم باللہ کو بتایا تھا اور فتنۂ خلق قرآن کے جواب میں فرمایا تھا:

"اعطونی شیئا من کتاب اللہ او من سنة رسوله حتی اقول به" یعنی مجھے کتاب اللہ کی کوئی آیت یا رسول اللہ کی کوئی سنت دکھاؤ تب تمھاری بات مان سکتا ہوں۔

یہ ہے وہ اعلان حق جو بلا خوف وخطر مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر سید محمد بن عباس علوی مالکی نے کیا۔

تمام تر مصروفیات کے باوجود مختلف عناوین وموضوعات پر ۲۵ سے زائد آپ نے کتابیں تصنیف فرمائیں۔ جنھیں اہل علم نے قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔

چند اہم کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

(١)زبدة الإتقان في علوم القرآن. (٢) القواعد الأساسية في علم مصطلح الحديث. (٣) الإنسان الكامل. (٤) فضل المؤطا وعناية الأمة الإسلامية به. (٥) حول الإحتفال بمولد النبوي الشريف۔("جشن میلاد النبی ﷺ" کہ اس کا اردو ترجمہ لاکھوں کی تعداد میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔)(٦) المستشرقون بين الإنصاف والعصبية.("مستشرقین کا انصاف و تعصب" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔) (٧) الذخائر المحمدية.(٨) مفاهيم يجب أن تصحح.

(اس کا اردو ترجمہ بقلم علامہ یٰسین اختر مصباحی "اصلاح فکر و اعتقاد" کے نام سے بڑی تعداد میں چھپ کر مقبول خاص وعام ہو چکا ہے)۔

(٩) تحقيق الآمال فيما ينفع الميت من الأعمال

(جس کا اردو ترجمہ عزیز اسعد مولانا عبد الخالق مصباحی سلمہ نے کیا ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے)

آپ نے رمضان ۱۴۲۵ھ اکتوبر ۲۰۰۴ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ رب قدیر انھیں رحمت وغفران سے نوازے۔

ماخوذ از: اصلاح فکر واعتقاد
(علامہ یٰس اختر مصباحی)

ابوالفتح قادری: شیخ الحدیث وصدر المدرسین
دار العلوم فیضان میراں للبنات، اون، سورت، گجرات

تقدیم

از: محقق شہیر ادیب البیان حضرت مولانا دستگیر عالم مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامدا و مصلیا و مسلما

ادھر چند سالوں سے ہمارے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں درجۂ فضیلت کے باذوق طلبہ کے اندر یہ بیداری آئی ہے کہ اپنی دستار فضیلت کے موقعہ پر ایسا کام کررہے ہیں جو حدیث پاک کے مطابق ان کے لیے صدقۂ جاریہ ہوتا ہے۔

یعنی وہ خود کوئی کتاب یا رسالہ ترتیب دیتے ہیں یا کسی معتمد سنی عالم دین کی کسی ایسی کتاب کا ترجمہ کرتے ہیں جس کی عوام کو ان کی اصلاح کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ پھر طبع کرواکے اپنے جشن فراغت کے دعوت نامہ کی حیثیت سے تقسیم کرتے ہیں ان کی یہ کوشش قابل ستائش و لائق مبارک باد ہیں اس کے لیے وہ کافی عرق ریزی کرتے ہیں اور یہ کام کسی نہ کسی استاذ کی رہنمائی میں کرتے ہیں جس سے ان کو تصنیفی میدان میں کچھ کرنے کا حوصلہ ملتا ہے اس جماعت کا ایک عظیم فائدہ یہ ہورہا ہے کہ ایک معتبر اصحاب قلم کی جماعت تیار ہورہی ہے۔

زیر نظر کتاب بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے جو علامہ سید محمد بن سید علوی مالکی حسنی مکی کی تالیف "تحقیق الآمال فیما ینفع المیت من الأعمال" کا سلیس اردو ترجمہ ہے جو عزیز القدر مولانا حافظ محمد عبد الخالق مصباحی زید علمہ کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔

آج بزعم خویش اسلاف کے طریقے پر چلنے کا دعویٰ کرنے والا اور اپنے کو سلفی کہنے والا گمراہ وہابی فرقہ بڑے شد و مد کے ساتھ جن معمولات اہل سنت کو باطل ٹھرانے کی سعی ناروا کررہا ہے ان میں سے ایک مسئلہ ایصال ثواب کا بھی ہے اس فرقے کے نزدیک اس کے ناجائز ہونے کی سب سے بڑی دلیل آیت کریمہ " وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ " ہے یہ فرقہ اس آیت کو عموم پر رکھتے ہوئے اُسے مقید کرنے والی کثیر احادیث سے صرف نظر کرتا ہے حد تو یہ ہے کہ اپنے

اس خودساختہ نظریہ میں اپنے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو بھی نہیں مانتا بلکہ ان کی صراحت کے خلاف اپنی ہٹ دھرمی پر تلا نظر آتا ہے۔حضرت مصنف حفظہ اللہ نے مذکورہ آیت کی صحیح مطلب کی خوب خوب تحقیق فرمائی ہے۔

احادیث کریمہ،اقوال ائمہ فقہ اور خود اس فرقۂ ضالہ کے معتبر و مستند علما کے اقوال کی روشنی میں اس مسئلے کو دو دو چار کی طرح واضح کر دیا ہے۔آج بڑی تیزی سے پھیلتے ہوئے وہابیت کے اس فاسد نظریہ کو روکنے کے لیے یہ کتاب مفید و کار آمد تھی اس لیے عزیز اسعد مولانا عبد الخالق مصباحی زید علمہ نے ترجمہ کے لیے اس کا انتخاب کیا اور اسباق کی حاضری کے ساتھ ساتھ پوری محنت و جانفشانی سے اس نیک کام کو شروع کیا اور اللہ کی توفیق سے تکمیل کے مرحلے سے گذار کر راقم السطور کو نظر ثانی کے لیے دیا میں اس کے تین چوتھائی حصہ کو حرف بحرف دیکھا اور باقی ایک چوتھائی حصہ پر مفتی محمد امام الدین مصباحی درجۂ تخصص فی الفقہ نے نظر ثانی کی دونوں نے حسب ضرورت حذف واضافہ کیا اور بعض مقامات پر مصنف کی عبارت بڑی پیچیدہ تھی اور بعض جگہوں پر نصوص منقولہ کا اختصارِ شدید ہم کم مطالعہ والوں کے لیے مخل فہم ثابت ہو رہا تھا اس لیے ایسی جگہ کے ماخذ کی رجوع کر کے ترجمہ میں سیاق وسباق کو بھی شامل کر لیا گیا ہے اور لفظی کے بجاے بامحاورہ ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ مطلب سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہو۔مترجم موصوف ایک نہایت باذوق اور سنجیدہ عالم دین بن کر فارغ التحصیل ہونے جارہے ہیں اور ان کے اندر دینی خدمات انجام دینے کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کے اس نیک جذبے کو سلامت رکھے اور اخلاص کے ساتھ دین متین کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے اور ان کی خدمات کو قبولیت سے شاد کام فرمائے۔و هو الموفق لكل خير.

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ	دستگیر عالم مصباحی
۲۰ مارچ ۲۰۱۴	خادم تدریس جامعہ اشرفیہ،
بروز جمعرات	مبارک پور اعظم گڈھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:

وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ (۱)

ترجمہ: اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔ (کنزالایمان)

یہ آیت کریمہ ان اہم نصوص میں سے ہے جن سے ایسے بہت سے لوگ ایصال ثواب کے انکار پر دلیل لاتے ہیں جو محض الفاظ کے ظاہری معنی اور نصوص مطلقہ کے عموم کے پیچھے دوڑ لگاتے ہیں اور ان اصول وقرائن کی رعایت نہیں کرتے جو نص کی تخصیص یا تقیید کا فائدہ دیتے ہیں۔ نہ ان امور کی رعایت کرتے ہیں جن کے بغیر علمی نصوص کو سمجھا ہی نہیں جاسکتا، حالانکہ ان اصول وقرائن کی رعایت از حد ضروری ہے تاکہ شریعت کے تمام نصوص باہم مربوط ومتناسب ہوں ان میں کسی طرح کا کوئی تعارض وتناقض نہ ہو اور یہی صاحب شریعت علیہ السلام کے لائق ہے کیوں کہ آپ جو بھی فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی ہوتا ہے جس میں تعارض کا امکان ہی نہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ کے ظاہر سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ موت کے بعد مردے کے لیے کوئی شی نفع بخش نہیں ہوتی، اس لیے کہ اس نے اپنے لیے صرف وہی جمع کیا جو اس نے خود کیا اور کوشش اور سعی کا مقام دنیا ہے (لہٰذا اب دوسرے کی کوئی شی اُسے نفع نہیں دے سکتی)۔

لیکن یہاں اس کے علاوہ دوسرے ایسے نصوص بھی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ میت کو اپنے سعی وعمل کے علاوہ سے بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ جیسا کہ آگے کے بحث میں اس کا بیان آئے گا۔

اسی لیے محققین علمائے اہل سنت اور خصوصا منصف ائمہ سلفیہ، مثلاً شیخ ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ نے اس آیت مبارکہ کا صحیح اور درست مفہوم سمجھ کر اس بات کو ثابت کیا ہے کہ میت کو خود اس کے اور دوسروں کے بھی کیے ہوے عمل سے نفع پہنچتا ہے۔ اور انھوں نے اس آیت کا مطلب واضح کر کے اس کے اس موضوع پر آنے والے دوسرے نصوص کے درمیان تطبیق وتوفیق

---

(۱) سورہ نجم، آیت: ۳۹.

دی ہے۔

مذکورہ آیت کے تعلق سے مفسرین کے اقوال

علامہ شیخ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی نے شرح "کنز الدقائق باب الحج عن الغیر" میں لکھا ہے کہ:

آیت کریمہ:

وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ (۱) کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ منسوخ ہے وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ اتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّیَّتُهُمۡ بِاِیۡمَانٍ (۲) سے۔اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی۔(کنز الایمان)۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ حضرت موسی وحضرت ابراہیم علیہما السلام کی قوم کے ساتھ خاص ہے اس لیے کہ یہ مضمون صحف ابراہیم وموسی علیہما السلام کا ہے جس کی قرآن میں حکایت کی گئی ہے۔

ارشاد رب ہے:

اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰی ﴿۳۶﴾ وَ اِبۡرٰهِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی ﴿۳۷﴾ (۳)

کیا اسے اس کی خبر نہ آئی جو صحیفوں میں ہے موسیٰ کے، اور ابراہیم کے جو احکام پورے بجالایا۔(کنز الایمان)

ایک قول یہ ہے کہ یہاں انسان سے کافر مراد ہے۔اور جہاں تک بات ہے شخص مومن کی ،تو اس کے لیے اس کے بھائی کا عمل نفع بخش ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ انسان بطریقۂ عدل تو اتنا ہی پائے گا جتنی کوشش کی لیکن فضل کا دروازہ بھی کشادہ ہے(یعنی رب تعالی اپنے فضل سے دوسرے کے عمل کا فائدہ اسے عطا فرمائے گا)۔

ایک قول یہ ہے کہ "للانسان" میں "لام" "علی" کے معنی میں ہے۔جیسے باری

(۱) سورہ نجم، آیت:۳۹.
(۲) سورۂ طور: آیت ۲۱.
(۳) سورہ نجم، آیت:۳۶،۳۷.

تعالیٰ کا قول: وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا.[1]

اور اگر بُرا کروگے تو اپنا۔ (کنز الایمان)

اس مقام پر ''لام'' جار ''علی'' کے معنی میں ہے یعنی ''لها'' ''علیها'' کے معنی میں ہے اور جیسے: وَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ[2] جو علیهم اللعنة کے معنی میں ہے۔(تو مطلب یہ ہوگا کہ انسان پر صرف اس کے اعمال بد کا وبال ہوگا نہ کہ دوسروں کے اعمال کا۔)

ایک قول یہ ہے کہ سچ ہے کہ انسان کی سعی ہی انسان کے لیے نفع بخش و کار آمد ہے لیکن اس کی سعی بسا اوقات انتظام اسباب، تکثیر اخوان اور تحصیل ایمان کے سبب سے ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ان میں سے ہوجاتا ہے جنھیں شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع بخش ہوتی ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی:

''اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث.''[3]

میت کے اپنے دنیوی عمل کے منقطع ہونے پر تو دلالت کر رہا ہے مگر اس کے علاوہ دوسرے کے عمل کے انقطاع کو نہیں بتلا رہا ہے، اور کلام اسی سلسلے میں ہے۔(یعنی غیر کے عمل سے میت کو نفع پہنچتا ہے)۔اور اس میں ایسی کوئی چیز نہیں جسے عقل بعید جانتا ہو اس لیے کہ اس میں اپنے ثواب کو غیر کے لیے قرار دینا ہی تو ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس تک پہنچانے والا ہے اور وہ اس پر قادر ہے۔اور یہ ایسا نہیں ہے کہ ایک عمل کے ساتھ خاص ہے اور دوسرے عمل کے ساتھ خاص نہیں ہے۔اھ[4]

شارح ''عقیدۂ طحاویہ'' کا نفیس تجزیہ

شیخ ابن ابی العز نے ''عقیدہ طحاویہ'' کی شرح میں میت کو اپنے غیر کے اس عمل سے فائدہ

---

(۱) سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۷.

(۲) سورۂ رعد: آیت ۲۵.

(۳) رواہ مسلم فی الصحیح، کتاب الوصیة باب مایلحق الانسان بعد وفاته .و البخاری فی ادب المفرد فی بر الولدین بعد موتهما بلفظ ،، اذا مات العبد،،. و رواہ ایضا ابو داود، والترمزی، والنسائی.

(۴) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للشیخ فخر الدین عثمان بن علی الز یلعی

پہنچنے کے مسئلہ کو ذکر کیا ہے، جس میں اس کو کوئی دخل نہیں اور اس قول کو راجح قرار دیا ہے نیز کتاب و سنت اجماع اور قیاس سے دلائل پیش کیے ہیں۔ پھر اس آیت کریمہ کے جواب میں جس کے ظاہر سے منکرین حجت قائم کرتے ہیں فرمایا:

آیت کریمہ: وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ ﴿۳۹﴾ (۱)

جس سے مانعین نے استدلال کیا ہے علما نے اس کے متعدّد جوابات دیے ہیں، ان میں صحیح تر دو جواب ہیں:

(۱) انسان اپنی سعی وحسن معاشرت سے دوستوں کو حاصل کرتا ہے، اولاد جنتا ہے، بیویوں سے شادی کرتا ہے، بھلائی کرتا ہے لوگوں کے نزدیک محبوب بن جاتا ہے تو وہ اس پر رحم کرتے ہیں، اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور طاعات و کار خیر کا ثواب اسے نذر کرتے ہیں، تو یہ تمام باتیں اس کی سعی و جدوجہد کا نتیجہ تو ہیں۔ بلکہ یوں کہ لیا جائے کہ ایک مسلم کا تمام مسلمانوں کے ساتھ عقد اسلام میں داخل ہونا اس بات کا سب سے اہم ذریعہ ہے کہ ایک مسلمان کا نفع اپنے مسلم بھائی کو ان کی زندگی اور اس کی موت کے بعد پہنچے۔ اور مسلمانوں کی دعائیں تو اس کے ماسوا کو بھی پہنچتی ہے۔

شارح "عقیدہ طحاویہ" مزید وضاحت کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان کو صاحب ایمان کے لئے اس بات کا سبب قرار دیا ہے کہ وہ اپنے مومن بھائیوں کی دعا اور ان کے عمل سے فائدہ حاصل کرے۔ تو جب بندہ ایمان لے آیا تو اس نے اس سبب میں سعی کر لی جو اس تک فائدہ پہنچانے کا ذریعہ ہے۔

(۲) دوسرا جواب: اور یہ پہلے جواب سے مضبوط تر ہے کہ قرآن نے سعی غیر سے انتفاع کی نفی نہیں کی ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ وہ دوسرے کی سعی کا مالک نہیں ہے، اور ان دونوں باتوں کے درمیان جو فرق ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ انسان اپنی ہی سعی کا مالک ہوتا ہے۔ اور رہی بات دوسرے کی سعی کی، تو وہ اس کے کرنے والے کی ملک ہے، اگر وہ ساعی چاہے تو اپنی سعی کو اپنے علاوہ پر صرف کرے اور اگر چاہے تو اپنے لیے باقی رکھے۔ ارشاد باری تعالیٰ:

(۱) سورہ نجم، آیت: ۳۹.

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝[۱]

ترجمہ: کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی، اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش۔ (کنزالایمان)

یہ دونوں محکم آیتیں ہیں جو رب تعالیٰ کے عدل کا تقاضا کرتی ہیں۔ پہلی آیت اس بات کو چاہتی ہے کہ اللہ رب العزت کسی شخص کو اس کے غیر کے جرم کی سزا نہ دے اور نہ ہی غیر کے ظلم پر اس سے مواخذہ کرے، جیسا کہ عام بادشاہان دنیا کرتے ہیں۔ اور دوسری آیت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ہی کوشش سے کامیاب ہو، تاکہ انسان کو اپنے آباء و اجداد سلف و مشائخ کے عمل سے نجات کی طمع ختم ہو جائے، جیسا کہ جھوٹی طمع والے اس پر عمل پیرا ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ نے تو یہ نہیں فرمایا کہ وہ اپنی سعی کے علاوہ سے منتفع نہیں ہوگا۔[۲]

موت کے بعد بھی ثواب جاری ہونے پر حدیث سے استدلال

آیت کریمہ سے متّصل اہم نصوص میں سے وہ حدیث مشہور بھی ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مات ابن آدم انقطع عمله، الا من ثلاث: صدقة جارية، او علم ينتفع به، او ولد صالح يدعو له.[۳]

”جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں سے (۱) صدقہ جاریہ (۲) نفع بخش علم اور (۳) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے“۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے والد گرامی علامہ علوی ابن عباس مالکی حسنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ موت سے نفس عمل کا انقطاع ایک ظاہری امر ہے، اس لیے کہ مردہ موت کے بعد نہ تو عمل کرتا ہے اور نہ ہی اس کا مکلف رہتا ہے، مقصود تو بس یہ ہے کہ بعض اعمال ایسے ہیں

(۱) سورہ نجم، آیت: ۳۸، ۳۹.
(۲) العقيدة الطحاوية.
(۳) مسلم، ابو داود، ترمذی، نسائی، ادب المفرد.

کہ ان کے ثمرات ونتائج بعد الموت بھی پائے جاتے ہیں توان ثمرات کا اجر ان کے بار بار ہونے کے سبب باقی رہتا ہے، ختم نہیں ہوتا۔

اسی لئے حضور علیہ السلام نے "الا من ثلاث" کہ کر تین چیزوں کا استثنا فرمادیا۔ یعنی تین چیزیں ایسی ہیں جن کا اجر منقطع نہیں ہوتا، ان میں سے ایک صدقہ جاریہ ہے مثلا کنواں کھودنا، مصحف شریف وقف کرنا، مسجد وسرائے کی تعمیر کرنا، وغیرہ۔ دوسری چیز وہ شرعی علم ہے جو نفع بخش ہوتا ہے جس پر جنت کی کامیابی مرتب ہوتی ہے اور دائمی عذاب سے نجات ملتی ہے۔ اور نفع بخش علم میں کتابوں کی تصنیف وتالیف اور ان کو وقف کرنا بھی شامل ہے۔ اس لیے کہ انتفاع سے مراد مطلق نفع ہے خواہ براہ راست ہو یا سبب کے واسطے سے ہو۔ اور تیسری چیز مسلم ولد صالح ہے جو اس کے لیے دعا کرے۔ اس لیے کہ ولد بھی باپ کے کسب سے ہے۔ اور اللہ عزوجل اپنے فضل وکرم سے اولاد کی جملہ نیکیوں کے ثواب کے مثل والد کے حصے میں بھی رکھ دیتا ہے۔ مگر اس کی برائیوں کے گناہ باپ کے کھاتے میں نہیں ڈالتا۔

مذکورہ بیان سے معلوم ہوا کہ انسان کے وہ اعمال جو بعد موت بھی جاری رہتے ہیں وہ انھی تین میں منحصر نہیں ہیں اس لیے کہ عدد کا مفہوم حجت نہیں ہے۔ یا اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت تین ہی پر مطلع تھے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے تین سے زائد پر آگاہ فرمادیا۔

چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک مومن کو اس کی موت کے بعد اس کے اعمال اور نیکیوں میں سے جو کچھ پہنچتا ہے ان میں سے **(ایک)** وہ علم ہے جسے اس نے پھیلایا، **(دوسرا)** ولد صالح ہے جسے وہ چھوڑ گیا **(تیسرا)** مصحف ہے جو وارثین کے لیے چھوڑ گیا، **(چوتھا)** مسجد ہے جس کی تعمیر کی، **(پانچواں)** وہ گھر جو مسافروں کے لیے بنایا، **(چھٹا)** وہ نہر جو اس نے جاری کی، **(ساتواں)** وہ صدقہ جو اس نے اپنی صحت وحیات میں اپنے مال سے نکالا، یہ سب اس کو اس کی موت کے بعد پہنچتے ہیں۔ (۱)

یہ حدیث پاک سات خصلتوں پر مشتمل ہے جو پہلی تین خصلتوں سے مل کر دس ہوجاتی

---

(۱) رواه ابن ماجه في مقدمة السنن، باب ثواب معلم الناس الخير، وكذا نعيم في الحلية عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه.

ہیں اور امام سیوطی نے ان پر بھی ایک کا اضافہ کرکے انھیں ایک نظم کے اندر سمیٹ دیا ہے۔

امام سیوطی کے نظم میں صدقۂ جاریہ کے گیارہ صورتوں کا ذکر

نظم کا ترجمہ: جب انسان مرجاتا ہے تو دس خصلتیں ایسی ہیں جن کا ثواب اس کے لیے جاری رہتا ہے (۱) وہ علوم جنھیں اس نے پھیلایا (۲) ولد صالح کی دعا (۳) شجر کاری (۴) صدقہ جاریہ (۵) قرآن مقدس کا وارث بنانا (۶) سرحد پر فوجی قیام گاہ (۷) کنواں کھودنا (۸) نہر جاری کرنا (۹) مسافر خانہ بنانا جس میں مسافر پناہ لیں (۱۰) تعمیر مسجد (۱۱) قرآن کریم کی تعلیم۔

امام سیوطی کے اشعار میں مذکور گیارہ خصلتوں کے حوالے احادیث سے

ان میں سے تین چیزیں، علم پھیلانا، ولد صالح کی دعا اور صدقہ جاریہ یکجا طور پر حدیث مشہور "اذامات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث الخ" میں مذکور ہیں۔" رہا شجر کاری اور کنویں کی کھودائی کا ذکر حضرت انس سے مروی ایک مرفوع حدیث: "سبع یجری اجر ها للعبد بعدموته وهو فی قبره"۔ (الحدیث) میں ہے۔

اس حدیث کو ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ اور نظم میں "محل ذکر" سے مراد مسجد ہے۔ اور اس کا ذکر حدیث "ان مما یلحق المومن" میں آچکا ہے۔[1]

شارح "عقیدہ طحاویہ" کی طرف سے منکرین کے استدلال کا جواب:

علامہ ابن ابی العز نے فرمایا: منکرین کا نبی ﷺ کے ارشاد "اذامات ابن آدم انقطع عمله" سے استدلال کرنا یہ باطل ہے، اس لیے کہ صاحب شریعت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا

---

(۱) دیکھیے کتاب کا صفحہ نمبر ۲۴، پوری حدیث اس طرح ہے:

" إن مِمّا يلحق المؤمن من عمله وحسناته بعد موته: علمًا نشره، وولدا صالحاً تركه، ومصحفا ورثه و مسجدا بناه، و بيتًا لابن السبيل بناه، ونهرا أجراه، وصدقة أخرجها من ماله في صحته و حياته تلحقه من بعد موته.

اس حدیث کو ابن ابن ماجہ نے اپنی سنن میں "باب ثواب معلم الناس الخیر" کے تحت روایت کی ہے۔ اور ابو نعیم نے بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

انتفاع منقطع ہوجاتا ہے بلکہ آپ نے تو بس موت کے بعد اس کے عمل کے منقطع ہونے کی خبر دی ہے۔ اور جہاں تک بات ہے میت کے علاوہ شخص کے عمل کا تو اس کا مالک وہ عامل ہے، اگر یہ اپنا عمل میت کے نام کردے تو اس کے عمل کا ثواب میت کو پہنچے گا، اس مقام پر یہ مراد نہیں ہے کہ کسی ایسے عمل کا ثواب جسے اس میت نے خود کیا ہو۔

اور یہ اس دین کی طرح ہے جسے انسان اپنے غیر کی طرف سے ادا کرتا ہے تو وہ بری الذمہ ہوجاتا ہے۔ اور اس کے پاس وہ نہیں رہتا ہے جس سے اس نے دین ادا کیا۔ (۱)

میت پر فاتحہ پڑھنے کے بارے میں اسلاف کا عمل

بسا اوقات دین کے معاملے میں غلو کرنے والا ہر مسئلے کے رد، اور ہر نئی چیز کے انکار کے لیے یہ دلیل لاتا ہے کہ سلف نے اسے نہیں کیا ہے، یہ اسلاف سے ثابت نہیں ہے (وغیرہ وغیرہ) اور کبھی کہتا ہے کہ میت پر فاتحہ پڑھنا اسلاف کے عمل سے نہیں! تو جواباً عرض ہے: **اولا**: یہ دعویٰ ہی درست نہیں ہے کہ میت پر فاتحہ پڑھنا اسلاف کے عمل سے نہیں، اس لیے کہ میت پر فاتحہ پڑھنا حضرت ابن عمر سے بروایت صحیح ثابت ہے۔ اور اسے شعبی نے انصار سے روایت کیا ہے، اور امام احمد سے بھی ثابت ہے جو کبار ائمہ سلف میں سے ہیں۔ "نفح الطیب فی فوائد المقری الکبیر" میں ہے کہ امام احمد نے اپنے شیخ آبلی کے سامنے ابن رومی کا مشہور شعر پڑھا جو مندرجہ ذیل ہے:

أفنى و أعمىٰ ذاالطبيب بطبه — و بكحله الأحياء والبصراء
فاذامررت رأيت من عميانه — أمما علىٰ أمواته قراء

یعنی اس طبیب نے اپنی طب سے زندوں کو فنا کردیا اور اپنے سرمے سے آنکھ والوں کو اندھا کردیا، جب میں گزرا تو بہت سے اندھوں کو دیکھا کہ مردوں پر فاتحہ پڑھ رہے ہیں۔

ان اشعار کو سن کر شیخ آبلی کو خوشی ہوئی، کیوں کہ ان اشعار سے یہ معلوم ہوا کہ مردوں کی قبروں پر فاتحہ پڑھنا کوئی نئی رسم نہیں ہے، بلکہ قدیم روایت ہے۔

(۱) شرح العقيدة الطحاويہ، ص: ۵۳۱

ثانیا: یہ ہے کہ اگر اسلاف کا میت پر فاتحہ نہ پڑھنے کو مان بھی لیا جائے، تو بھی اس سے خاص منع لازم نہیں آتا، کیوں کہ ان کا ایسا فاتحہ نہ پڑھنا منع کی دلیل نہیں اور نہ ایسا ہے کہ جس بھی فرعی مسئلہ کو سلف نے نہ کیا ہو، وہ ممنوع ہی ہو اور جو اس کا دعویدار ہے، اس پر دلیل لانا ضروری ہے اور یقیناوہ دلیل کی طرف راہ یاب نہیں ہو سکتا۔

ثالثا: یہ کہ حدیث صحیح میں یہ ثابت ہے کہ میت کو اس کے اہل خانہ کی اس پر آہ وبکا کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ [1] اور قرآن سے بھی قبروں کے اندر مردوں پر عذاب ہونا ثابت ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا. [2]

"نافرمان مردوں کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے"

اور ایسے ہی وہ حدیث جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور علیہ السلام نے دو قبروں پر کھجور کی شاخ کے دو تازہ ٹکڑے رکھے اور ارشاد فرمایا: "جب تک یہ دونوں ٹہنیاں تر رہیں گی ان دونوں قبروالوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔" [3] اس حدیث کی تخریج شیخین، اصحاب سنن اربعہ اور ابن خزیمہ نے کی ہے۔

امام بخاری نے ادب المفرد میں، امام مسلم، نسائی اور ترمذی نے اپنی اپنی سنن میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے؛ صدقہ جاریہ، ولد صالح جو اس کے لیے دعا کرے اور نفع بخش علم"۔

اس کے علاوہ متعدّد احادیث ہیں جن میں ان تین خصلتوں کے علاوہ کا ذکر ہے جن کا ثواب انسان کو اس کی موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ امام سیوطی کے تتبع و تلاش کے مطابق وہ

---

(۱) رواہ البخاری فی کتاب الجنائز، باب البکاء عند المریض. ومسلم کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أهله.

(۲) سورۂ غافر، آیت: ٤٦.

(۳) حدیث الجریدتین، رواہ البخاری فی عدة مواضع من الصحیح منها فی کتاب الوضوء باب ماجاء فی غسل البول بلفظ "ثم أخذ جریدة رطبة فشقها نصفین.

گیارہ ہیں، جن کو سابقہ اشعار میں انھوں نے ذکر کیا ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں بروایت ابن عباس نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس پر سب سے زیادہ تم اجر کے مستحق ہوگے وہ اللہ تعالی کی کتاب ہے"۔ [1]

اور مردوں کا اپنے قبروں میں عذاب پانا، اپنے زندہ رشتہ داروں کے برے اعمال سے بے چین ہونا اوران کا اس نیک چیز سے فائدہ اٹھانا جو زندہ لوگ انھیں دیں یہ وہ امر ہے جس پر بے شمار احادیث وآثار صحابہ موجود ہیں۔ ان میں سے بعض کو علامہ ابن کثیر نے سورۂ روم کی آیت اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى کی تفسیر کے تحت ذکر کیا ہے۔ [2]

رابعا: یہ کہ مردوں پر فاتحہ پڑھنے کا حکم نبی کریم ﷺ نے دیا ہے۔ چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی سنن میں صحیح روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"اقرؤا یٰس علیٰ موتاکم" (یعنی اپنے مردوں پر یٰس کی تلاوت کرو)۔ [3]

امام نووی نے اپنی کتاب "الاذکار" میں فرمایا کہ: "علماے محدثین وفقہاے کرام وغیرہم نے فرمایا کہ ترغیب وترہیب اور فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ومستحب ہے، جب کہ وہ موضوع نہ ہو۔ [4]

میں کہتا ہوں (یعنی صاحب تحقیق الآمال فرماتے ہیں): امام ابوداؤد کا مذکورہ حدیث کی تضعیف سے سکوت اختیار کرنا اس بات پر دال ہے کہ وہ صالح ہے، اور حسن لغیرہ کے مرتبے سے دور نہیں ہے۔ اوران کے ضعیف قرار نہ دینے کی وجہ سے کم ازکم اتنا ضرور کہا جائے گا کہ یہ حدیث قابل عمل ہے، معترض کے اعتراض اور منکر کے انکار کو دفع کرنے والی ہے۔ خصوصًا جب کہ بہت سارے بلاد وامصار کے متقدمین ومتاخرین فقہا کا اس پر عمل جاری ہے اور لوگوں کے مابین مشہور

(۱) رواہ البخاری فی کتاب الطب.
(۲) تفسیر ابن کثیر، سورۂ روم، آیت: ۵۲.
(۳) رواہ احمد فی مسندہ عن معقل بن یسار.
(۴) مقدمۃ الاذکار للنووی.

ہے، جیسا کہ شیخ ابن قیم نے کتاب الروح میں اور دیگر ائمہ سلف نے اپنی تحریروں میں ثابت کیا ہے۔اس کا بیان آئے گا۔

حدیث ضعیف پر عمل کے بارے میں امام ترمذی کی تصریحات

حدیث ضعیف پر جب عمل جاری ہوجائے تو وہ قوی ہوجاتی ہے اس کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے، اس کے علاوہ پر اس کو فوقیت حاصل ہوجاتی ہے معتبر اور اہل نظر حضرات اس سے مانوس ہوتے ہیں، اس پر عمل سے خوش ہوتے ہیں، سنت نبویہ کے دائرے میں اسے داخل مانتے ہیں اور اس کا انکار، یا اس پر بدعت و گمراہی اور مخالفت شرع کا حکم نہیں لگاتے۔اس کے شواہد و نظائر احادیث و سنن کی کتابوں میں بے شمار ہیں۔اس پر توجہ کرنے والوں میں ایک امام ترمذی ہیں جو اپنی سنن میں بہت ایسا کرتے ہیں کہ احادیث کریمہ نقل کرکے اس پر ضعیف ہونے کا بھی حکم لگاتے ہیں پھر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ "اہل علم کے ایک طبقہ نے اس حدیث (ضعیف) پر عمل کیا ہے۔

جیسا کہ انھوں نے دعا کے آغاز کے سلسلے میں حضرت ابو سعید سے مروی حدیث (۱) اور اخیافی بھائیوں کی میراث کے سلسلے میں وارد حضرت علی کی حدیث (۲) ضعیف کے بارے میں فرمایا: "اس حدیث پر عام اہل علم کے نزدیک عمل ہے"۔ (۱)

ایک اور مثال حضرت تمیم داری کی حدیث ہے جس میں اس مشرک کی میراث کا بیان ہے جو کسی مسلم شخص کے ہاتھ پر اسلام لایا ہو۔اس کے تحت فرمایا: "وہی شخص مستحق ہے اور اس حدیث میں ضعف ہے لیکن اس پر بعض اہل علم کا عمل ہے۔" (۲)

اسی طرح ایک مثال انس بن مالک کی وہ حدیث ضعیف ہے جس میں کیچڑ میں کھڑے چوپائے کے اوپر نماز پڑھ لینے کا بیان ہے۔اس حدیث مبارک کو ذکر کرکے فرماتے کہ اہل علم حضرات کا اس پر عمل ہے۔ (۳)

(۱) ابواب الصلوٰۃ، باب مایقول عند افتتاح الصلوٰۃ، و ابواب الفرائض، باب ماجاء فی میراث الإخوۃ.

(۲) ابواب الفرائض، باب ماجاء فی الرجل یسلم علی ید الرجل.

(۳) ابواب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الدابۃ فی الطین والمطر.

ایک اور مثال حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ضعیف ہے جس میں طلوعِ شمس کے بعد فجر کی دو رکعت کی قضا کا بیان ہے، اس کو درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔''[1]

حاصل گفتگو یہ ہے کہ یہ حدیث قابل عمل اور اس باب میں مقبول ہے۔

امام احمد نے بھی اپنی مسند میں فرمایا ابوالمغیرہ نے ہم سے حدیث بیان کی، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے صفوان بن عمرو نے حدیث بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے جماعت شیوخ نے حدیث بیان کی کہ وہ لوگ عضیف بن حارث الثمالی کے پاس ان کی جان کنی کے وقت گئے تو انہوں نے فرمایا: ''تم میں سے ہے کوئی جو سورہ یٰس پڑھے؟'' راوی نے فرمایا کہ صالح بن شریح السکونی نے سورہء یٰس پڑھی اور ابھی چالیس آیتیں پڑھی تھیں کہ ان کی روح قبض ہو گئی۔

راوی فرماتے ہیں کہ وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ کسی میت پر (یٰس) پڑھی جائے تو اس کی وجہ سے میت کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔[2]

صاحب مسند فردوس نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث نقل کی ہے:

''ما من میت تقرء عندہ یٰس الا ھون اللہ عز و جل علیہ''[3]

یعنی جس مردے کے پاس سورہ یٰس پڑھی جائے اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمادے گا۔

محب الدین الطبری نے فرمایا: ''میت سے مراد وہ ہے جس کی روح اس سے جدا ہو گئی ہو اور اس کا حمل جاں کنی میں مبتلا شخص پر کرنا بے دلیل بات ہے۔''

ابن حبان نے اپنی صحیح میں جندب بن عبداللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سورۂ بقرہ قرآن کا کوہان اور اس کی بلندی ہے، اس کی ہر آیت کے ساتھ اسّی فرشتے نازل

---

(۱) ابواب الصلاۃ باب ما جاء فی اعادتھا بعد طلوع الشمس.

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''الإصابة'' میں اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا: وھو حدیث حسن الاسناد.

(۳) مسند الفردوس و عزاہ فی الدر المنثور فی تفسیر سورۃ یٰس إلی ابن مردویۃ.

ہوئے اور آیت اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کو عرش کے نیچے سے نکال کر اس سے ملایا گیا، یٰس، قلب قرآن ہے جو بھی شخص اللہ اور دار آخرت کا ارادہ کرکے اس کی تلاوت کرتا ہے اسے بخش دیا جاتا ہے۔ اسے اپنے مردوں پر پڑھو۔"(۱)

ایصال ثواب کے بارے میں ائمہ مذاہب فقہ کے اقوال

حنبلی فقیہ علامہ شیخ عبد اللہ ابن محمد بن حمید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "غایة المقصود" میں ایک خاص فصل قائم کی ہے، جس میں انھوں نے اس بات کے اثبات میں تمام مذاہب کے علما کے ان اقوال کو جمع فرمایا ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردوں کو ہر اس نیک عمل کا ثواب پہنچتا ہے جسے زندہ شخص انجام دے کر اس کا ثواب مردوں کو بخش دے مثلا حج، صدقہ، قربانی، عمرہ، تلاوت قرآن وغیرہ اور بلا شبہ اس میں اللہ کی تہلیل و تکبیر، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام جیسے اذکار داخل ہیں؛ کیوں کہ یہ سب اعمال صالحہ ہیں ان کا ثواب ان کے عامل کو ملتا ہے، اور جب عامل یہ ثواب میت کو ہبہ کرے تو اللہ عز و جل اس کی طرف سے قبول فرما کر میت کو صلہ عطا کرتا ہے اور جب اسے ثواب پہنچتا ہے تو اسے اللہ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کے صدقہ میں نفع پہنچتا ہے۔

فقہائے احناف

شیخ ابن حمید نے فقہاے احناف میں سے جن ائمہ کے اقوال نقل کیے ہیں، وہ درج ذیل ہیں: شیخ برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی کا قول ان کی کتاب "هداية" باب الحج عن الغير میں سے، شیخ شمس الدین ابی القاس احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی السروجی کا قول ان کی کتاب "نفحات النسمات فی وصول اهداء الثواب للاموات" سے، شرح کنز، باب الحج عن الغير سے علامہ بدر الدین العینی کا قول، رد المحتار علی در المختار سے ابن عابدین کا قول، فتاویٰ هنديه، باب الحج عن الغير سے صاحب فتاوی ہندیہ کا قول، شرح

(۱) أخرجه ابن حبان فی صحيحه، فی فضل سورة البقرة، كذا فی موارد الظمان للهيثمی، و رواه احمد فی المسند عن معقل بن يسار، و قال الهيثمی فی مجمع الزوائد: رواه احمد و فيه راو لم يسم و بقية رجاله رجال الصحيح.

المنسك المتوسط سے شیخ علی قاری کا قول نقل کیا ہے۔

فقہائے مالکی

اس موضوع پر ائمہ فقہ مالکی اور حفاظ مذہب کے جو اقوال نقل کیے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

امام ابن رشد کا قول ان کی "نوازل" سے، علامہ شہاب القرافی کا قول "الفرق الثانی والسبعین والمائۃ" سے، ابن الحاج کا قول مدخل کے جزاول سے، شیخ ابوزید الفاسی کا قول باب الحج عن الغیر سے، خطاب کا قول ان کی "شرح خلیل" سے۔

فقہائے شوافع

پھر کبار ائمہ شافعیہ کے اقوال نقل کیے، جو حسب ذیل ہیں۔

علامہ شربینی کا قول، ان کی کتاب "السراج المنیر" سے، امام نووی کا "روضۃ الطالبین" اور شرح مسلم سے، سیوطی، سبکی، ابن الصلاح کا ان کے فتاویٰ سے، شیخ ابوالمعالی علی بن السعود معروف بہ سویدی کا قول، ان کی کتاب "العقد الثمین فی بیان مسائل الدین" سے، ابن النحوی کا "منہاج" سے اور شیخ الاسلام ابوعبداللہ القایاتی کا قول "الروضۃ" سے۔

فقہائے حنابلہ

پھر ائمہ حنابلہ اور ان کے مذہب کے حفاظ کا قول ذکر کیا ہے، اور امام احمد بن حنبل کے اس قول سے شروع فرمایا: "میت کو صدقہ، نماز وغیرہ تمام امور خیر کا ثواب پہنچتا ہے" پھر موفق ابن قدامہ کا قول "المغنی" کے حوالے سے رقم فرمایا کہ قرآن مجید کے پڑھنے اور اس کا ثواب میت کو پہنچانے پر بغیر کسی نکیر کے اجماع واقع ہے، اور صحیح حدیث ہے کہ "میت پر اس کے اہل خانہ کی آہ و بکا کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے" اور اللہ سبحانہ تعالیٰ اس بات سے اکرم و اعلیٰ ہے کہ میت کو عمل کی سزا پہنچائے اور ثواب اس سے روک لے، میرا کہنا ہے کہ اس پر نبی اکرم ﷺ کا یہ قول بھی دلالت کرتا ہے کہ "جو بھی نفس ظلماً قتل کیا جاتا ہے، اس کے قتل کا گناہ پہلے ابن آدم (قابیل) پر

بھی ہوتا ہے؛اس لیے کہ وہی وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ ایجاد کیا ہے“ (۱)

توجب عذاب وعقاب کا معاملہ ایسا ہے کہ (ایک جرم کا عقاب دوسرے کو پہنچتا ہے)تو فضل وثواب کا معاملہ تواس سے زیادہ حق دار ہے کہ (میت کو پہنچے)۔ (۲)

اس موضوع پر علمائے کرام کے مذاہب سے فقہی عبارات کی توثیق

مذہب حنفی کے نصوص کی توثیق

علامہ مرغینانی اپنی کتاب ھدایہ،باب الحج عن الغیر میں صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:”اس باب میں ضابطہ یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک انسان کو یہ اختیار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کے لیے قرار دے خواہ وہ عمل نماز،روزہ اور صدقہ ہو یا کوئی اور عمل خیر۔ دلیل نبی کریم ﷺ کا وہ عمل ہے کہ آپ نے دو مینڈھے قربان کیے،ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی جانب سے جو اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرے،اور تبلیغ کی گواہی دے۔ (۳)

اور محقق علامہ کمال ابن ہمام نے ”فتح القدیر“ میں بہت عمدہ اور نفیس عبارت لکھی ہے،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ معتزلہ نے کسی بھی عبادت کا ثواب دوسرے کو پہنچنے کا انکار کیا ہے۔ علامہ محقق نے ان کا شبہ ذکر کیا ہے پھر اس کا جواب دے کر متعدّد آثار لائے ہیں جو وصول ثواب کے جواز پر دلالت کرتے ہیں پھر فرمایا جس کی صراحت یوں ہے:یہ اور اس سے پہلے کے آثار اور اس قسم کی حدیثیں بہت ہیں جنھیں میں نے طوالت کے خوف سے ترک کر دیا ہے،ان سب کا مفہوم مشترک یہ ہے کہ ”اگر کوئی شخص اپنے نیک عمل کسی دوسرے کے نام کر دے تو اللہ عزوجل اس کا ثواب اس کو پہنچا تا ہے۔“ اور یہ قول حد تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔ (۴)

---

(۱) رواہ احمد عن عبد اللہ بن مسعود.

(۲) غایة المقصود فی التنبیه علی أوهام ابن محمود، للشیخ عبد اللہ بن محمد بن حمید.

(۳) الهدایة فی شرح بدایة المبتدی، للشیخ أبی الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الرشدانی المرغینانی و نقله کذلك وأقره الشیخ ابن عابدین فی مجموعة الرسائل.

(۴) شرح فتح القدیر: للامام کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الهمام الحنفی.

علامہ عثمان بن علی الزیلعی الحنفی بھی کنز الدقائق کی شرح کے اسی باب الحج عن الغیر میں فرماتے ہیں: ”اہل سنت وجماعت کے نزدیک ایصال ثواب کے باب میں ضابطہ یہ ہے کہ انسان کو یہ حق ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دیدے، وہ عمل نماز، روزہ، حج، صدقہ، تلاوتِ قرآن، ذکرواذکاراور دیگر اعمال خیر میں سے جو بھی ہو۔ وہ عمل میت کو پہنچ کر نفع دے گا۔ (۱)

علامہ زین الدین معروف بہ ابن نجیم مشہور بہ ابو حنیفہ ثانی ومحرر المذہب، باب الحج عن الغیر میں فرماتے ہیں: ”ضابطہ اس باب میں یہ ہے کہ انسان اپنے عمل، نماز، روزہ، صدقہ، تلاوت قرآن، ذکر، طواف، حج، عمرہ وغیرہ کا ثواب کسی دوسرے کے نام کر دے تو یہ ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک درست ہے جو کتاب وسنت سے مستنبط ہے۔ کتاب میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ (۲)

اور فرماؤ اے رب ان پر رحم فرماجیسا کہ انھوں نے مجھ پر رحم کیا بچپن میں پرورش کرکے۔

اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کے حق میں فرشتوں کی دعاے مغفرت کی ان الفاظ میں خبر دی:

”وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾ وَ قِهِمُ السَّيِّاٰتِ“ (۳)

ترجمہ: اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں، اے رب ہمارے تیری رحمت وعلم میں ہر چیز کی سمائی ہے، تو انھیں بخش دے جنھوں نے توبہ اور تیرے راستے پر چلے اور انھیں دوزخ کی عذاب سے بچائے، اے ہمارے رب! اور انھیں بسنے کے باغوں میں داخل کر جن کا تونے ان سے وعدہ فرمایا ہے، اور ان کو جو نیک ہوں ان کے باپ، دادا اور بیویوں اور اولاد میں بیشک تو ہی عزت و

(۱) تبیین الحقائق، شرح کنز الدقائق للزیلعی.
(۲) سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۲۴.
(۳) سورۂ مومن، آیت: ۹،۸،۷.

حکمت والا ہے۔اور انھیں گناہوں کی شامت سے بچالے۔(کنزالایمان)

سنت کی مثال میں بے شمار احادیث ہیں،ان میں وہ بھی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں۔پھر اس موضوع پر آنے والی احادیث کو ذکر فرمایا۔[1]

علامہ بدر العینی نے بھی شرح الکنز کے اسی باب میں اس بات پر جزم فرمایا ہے کہ انسان کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی نماز، روزہ، حج، صدقہ، قراءت قرآن، اور تمام اچھے اذکار کا ثواب کسی دوسرے کو نذر کردے،اہلسنت والجماعت کے موقف کے مطابق یہ تمام میت کو پہونچتا ہے۔

علامہ سعد الدین الدہری المتوفی ۸٦۷ھ کی اس موضوع پر ایک کتاب "الکواکب النیرات فی وصول ثواب الطاعات الی الاموات" ہے،جس میں انھوں نے بہت سے اضافے کے ساتھ سروجی کی پیروی کی ہے۔

(۲)مذہب مالکی کی عبارات کی توثیق

امام قاضی ابوالفضل عیاض اپنی شرح صحیح مسلم میں حدیث الجریدتین میں ارشاد نبی ﷺ "لعله یخفف عنهما مادامتا رطبتین" کے تحت فرماتے ہیں:"علمائے کرام نے اس حدیث سے میت پر قرآن کریم پڑھنے کو مستحب مانا ہے،اس لیے کہ کھجور کی شاخوں کی تسبیح سے جب عذاب میں تخفیف ہوتی ہے جبکہ یہ جماد ہیں تو قراءت قرآن سے بدرجہ اولی تخفیف ہوگی۔"[2]

علامہ شہاب القرافی "الفرق الثانی والسبعین و المائة" میں فرمایا،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ تلاوت کا ثواب میت کو حاصل ہوتا ہے اور جب قبر کے نزدیک تلاوت کی جائے تو میت کو سننے والے کا اجر ملتا ہے۔اور یہاں وہ توجیہ جس میں کوئی اختلاف نہیں، یہ ہے کہ انھیں قرآن کی برکت حاصل ہوتی ہے اس کا ثواب نہیں۔جس طرح مردوں کو ان کے نزدیک صالح مرد کو دفن کرنے یا ان کو صالح مرد کے نزدیک دفن کرنے سے برکت حاصل ہوتی ہے۔

(۱) البحر الرائق، شرح کنز الدقائق، لابن نجیم.
(۲) شرح الشیخ محمد بن خلیفة الأبی علی صحیح مسلم

اور انسان کے لیے مناسب یہ ہے کہ اس مسئلے کو نہ چھیڑے؛ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ حق مردوں تک پہونچنا ہی ہو۔ اس لیے کہ یہ ایسے امور ہیں جو ہماری نظروں سے اوجھل ہیں اور ان میں اختلاف کوئی حکم شرع کا اختلاف نہیں ہے، وہ تو ایک امر واقع میں اختلاف ہے کہ واقع میں ایسا ہے یا نہیں۔ اور ایسے ہی تہلیل ہے، آج جس پر عمل کرنا لوگوں کی عادت ہے۔

مناسب ہے کہ بندہ عمل کرے اور اس سلسلے میں اللہ کے فضل پر ہر ممکن سبب سے اعتماد کرے۔ اور اللہ ہی کی طرف سے بخشش واحسان ہے، اور وہی لائق بندگی ہے۔ (۱)

شیخ ابن الحاج نے مدخل کے جزء اول میں فرمایا: "اگر گھر میں تلاوت کرے اور اس کا ثواب میت کو نذر کرے تو ضرور پہونچے گا اور ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ جب تلاوت سے فارغ ہو تو اس کا ثواب میت کو نذر کرے اور یہ کہے: اے اللہ! تلاوت قرآن کا ثواب فلاں میت کو عطا فرما" کیوں کہ یہ ثواب کی دعا ہے کہ اس کے بھائی کو پہونچ جائے اور دعا کے پہونچنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

شیخ ابوزید الفاسی نے باب الحج عن الغیر کے تحت اپنے ایک جواب میں نقل کیا ہے کہ میت کو قرآن خوانی سے نفع پہنچتا ہے اور یہی صحیح ہے، اس (حج عن الغیر) کے سلسلے میں اختلاف مشہور ہے اور اس پر اجرت لینا جائز ہے واللہ اعلم۔

اس جواب کو شیخ ابوزید الفاسی سے فقیہ کنون الفاسی نے نقل کیا ہے، جو عبد الباقی کے محشی ہیں۔ (۲)

ارشاد باری تعالیٰ " وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ " کے سوال کے سلسلے میں نوازل ابن رشد کے اخیر میں ہے: اگر انسان قراءت کرے اور اس کا ثواب اپنے میت کو نذر کرے، تو یہ جائز ہے اور میت کو اس کا اجر ملے گا۔

ابن ہلال نے اپنی نوازل میں فرمایا: وہ جس پر ابن رشد نے فتوی دیا ہے اور جس کی طرف ہمارے اندلس کے کئی ائمہ گئے ہیں، یہ ہے کہ میت قرآن سے منتفع ہوتا ہے، اسے اس کا فائدہ پہنچتا ہے

(۱) الفروق للإمام العلامة احمد بن إدريس القرافی.
(۲) اسعاف المسلمین والمسلمات لشیخ العلامة محمد العربی التبانی.

اوراس کا اجر حاصل ہوتا ہے اگر پڑھنے والا اس کا ثواب اسے نذر کرے یشرق وغرب کے عامۃ المسلمین کا اس پر عمل ہے، اس پر وہ مضبوطی سے قائم ہیں اور اس پر عمل زمانہ قدیم سے جاری ہے۔

علامہ حافظ شیخ عبدالرحمن الثعالبی نے اپنی تفسیر "الجواهر الحسان" میں ارشاد پاک "وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا" کے تحت، حافظ علامہ عبدالحق الاشبیلی کی کتاب "العاقبة" سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

"معلوم ہو کہ مردہ اس عطاو بخشش میں جو اسے دیا جائے زندہ انسان کی طرح ہے، بلکہ میت اس معاملے میں اس سے بدرجہا زیادہ مستفید ہوتا ہے؛ اس لیے کہ زندہ شخص کبھی کبھی اس ہدیہ و تحفے کو کم اہمیت دیتا ہے، اور اسے حقیر گردانتا ہے، جب کہ میت قلیل سے قلیل تر ہدیہ کو بھی حقیر نہیں سمجھتا اگر چہ وہ مکھی کے پر کے برابر ہو یا معمولی ذرہ کے برابر ہو؛ اس لیے کہ وہ اس کی قیمت بخوبی جانتا ہے اور کبھی انسان اس پر قادر ہوتا ہے، تو اسے ضائع کر دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاثة صدقة جارية، او ولد صالح يدعو له او علم ينتفع به."

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ولد کی دعا اس کے والد کو پہنچتی ہے اور اسے نفع بخش ہوتی ہے ایسے ہی نبی کریم ﷺ نے قبر والوں کو سلام اور ان کے لیے دعا کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ حکم صرف اس لیے ہے کہ ان کے لیے دعا کرنا، انھیں سلام کرنا ان کو پہنچتا ہے اور اللہ ہی حقیقت کا زیادہ جاننے والا ہے۔

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میت قبر کے اندر ڈوبنے والے کی طرح ہے جو اپنے بیٹے، بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچنے والی دعا کا انتظار کرتا ہے اور جب وہ دعا اسے پہنچ جاتی ہے تو وہ دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ اس کے نزدیک محبوب ہوتی ہے"۔ اور اس سلسلے میں روایات بہت ہیں۔

ثعالبی کا قول ہے کہ امام مالک نے موطا میں یحیٰ بن سعید سے اور وہ سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ انسان اپنے بعد اپنے بیٹے کی دعا سے بلند کیا جاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے آسمان کی جانب اشارہ کیا، حافظ ابو عمر بن عبدالبر نے فرمایا

کہ میں نے مذکورہ روایت کو عمدہ اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سندلاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالی بندے کا درجہ بلند فرماتا ہے تو بندہ کہتا ہے کہ اے رب! مجھے یہ رتبہ کیسے مل گیا؟ کہا جاتا ہے کہ تمھارے حق میں بیٹے کی دعائے مغفرت سے۔

اور ہم نے سنن ابی داؤد میں روایت کی کہ بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا میرے والدین کی موت کے بعد کوئی ایسی نیکی باقی ہے جو میں ان کے لیے کر دوں؟ فرمایا: ہاں! ان کی نماز جنازہ پڑھنا، مغفرت کی دعا کرنا، ان کے بعد ان کے عہد کو پورا کرنا، ایسی صلہ رحمی جو محض ان کے سبب ہو اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا"۔ (۱)

نصوص شافعیہ کی توثیق امام نووی کی طرف سے

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: زیارت قبر کو جانے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اہل قبور کو سلام کرے اور جس کی زیارت کے لیے گیا ہے اس کے لیے اور تمام قبر والوں کے لیے دعا کرے اور افضل وہ سلام و دعا ہے جو حدیث میں ثابت ہے اور مستحب یہ ہے کہ قرآن پاک میں سے جتنا ہو سکے پڑھے اس کے بعد دعا کرے، امام شافعی نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور ان کے اصحاب نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ (۲)

مذہب حنابلہ کی نصوص کی توثیق

امام موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن قدامہ الحنبلی نے فرمایا:

فصل: جو بھی کار خیر کر کے اس کا ثواب مسلم میت کے نام کر دیا جائے تو وہ اسے نفع بخش ہو گا اگر اللہ چاہے اور رہا دعا، استغفار، صدقہ، اور واجبات کی ادائیگی کا حکم تو اس بارے میں میں یہی جانتا ہوں کہ کوئی اختلاف نہیں ہے جب کہ واجبات اس قبیل سے ہوں جن میں نیابت جاری ہو اور اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

(۱) اسعاف المسلمين والمسلمات للشيخ محمد العربي التباني.
(۲) المجموع شرح المهذّب.

وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ. (۱)

ترجمہ:اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔(کنز الایمان)

ایک دوسرے مقام پر اللہ پاک نے فرمایا:

وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ. (۲)

ترجمہ:اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مرد و عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔(کنز الایمان)

نیز حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو سلمہ کے لیے دعا کی جب وہ وفات پا گئے اور ہر اس میت کے لیے دعا کی جس کی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں اگر ان کی جانب سے صدقہ کروں تو انھیں نفع پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اسے ابو دؤد نے سعد بن عبادہ سے روایت کیا ہے۔

اور (ایک مرتبہ) ایک خاتون نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ کا فریضہ حج میرے والد پر بڑھاپے میں عائد ہوا اور وہ سواری نہیں کر سکتے ہیں تو میں ان کے بدلے حج کر سکتی ہوں؟ فرمایا کہ مجھے بتاؤ اگر تمھارے والد پر قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کرتی؟ عرض کی ہاں! تو رسول اللہ نے فرمایا: کے اللہ کا دین اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ ادا کیا جائے۔ اور اسی طرح ایک شخص نے پوچھا کہ میری ماں انتقال کر چکی ہے اور اس پر ایک ماہ کا روزہ ہے تو کیا میں اس کی طرف سے رکھ لوں؟ فرمایا ہاں! اور یہ سب صحیح حدیثیں ہیں اور ان میں اس بات پر دلالت ہے کہ تمام کار خیر سے میت کو نفع پہنچتا ہے؛ اس لیے کہ روزہ، حج، دعا، استغفار بدنی عبادات ہیں جن کا ثواب و نفع اللہ تعالیٰ نے میت کو پہونچایا ہے تو اسی طرح ان کے علاوہ کار خیر کا

(۱) سورۂ حشر، آیت: ۱۰.
(۲) سورۂ محمد، آیت: ۱۹.

ثواب ونفع بھی اسے عطا کرے گا جیسا کہ ماقبل میں حدیث گزری کہ قراءت یٰسٓ کی برکت سے اہل قبور پر تخفیف کی جاتی ہے۔

اور حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”اگر تمھارے والد مسلم ہوں اور تم ان کی طرف سے غلام آزاد کرو یا صدقہ یا حج کرو تو وہ انھیں پہنچتا ہے“ اور یہ حج نفل اور غیر نفل سب کو عام ہے، اور اس لیے کہ وہ ایک عمل ہے، نیکی ہے اور طاعت ہے تو اس کا نفع و ثواب پہنچے گا، جیسے کہ صدقہ، روزہ، حج واجب کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور امام شافعی نے فرمایا کہ واجب، صدقہ اور دعا واستغفار کے علاوہ کوئی عمل میت کی جانب سے نہیں ہوتا اور نہ اس کا ثواب اس کو پہنچتا ہے کیونکہ باری تعالیٰ کا قول ہے: ”وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾“ اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ”جب آدمی مرجاتا ہے تو تین عمل کے علاوہ سب عمل اس سے منقطع ہو جاتے ہیں، صدقہ جاریہ، نفع بخش علم اور ولد صالح کی دعا۔“

اور اس لیے کہ اس کا نفع اس کے فاعل سے آگے نہیں جاتا ہے تو اس کا ثواب بھی متعدّی نہیں ہوگا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ جب میت کے پاس قرآن پڑھا جائے یا اس کا ثواب میت کو نذر کیا جائے تو ثواب پڑھنے والے کے لیے ہوگا اور میت گویا کہ وہاں حاضر ہے اور اس کے لیے رحمت الٰہی کی امید کی جائے گی۔

ہماری دلیل ماسبق میں ذکر کردہ آیات واحادیث ہیں۔

اور مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے؛ کیوں کہ وہ ہر زمانے اور ہر دیار میں جمع ہوکر تلاوت قرآن کرتے اور بلا کسی نکیر کے اس کا ثواب اپنے مردوں کو نذر کرتے ہیں اور اس لیے کہ نبی کریم ﷺ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ میت کو اس پر اس کے اہل خانہ کی آہ و بکا کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ اور اللہ عزوجل شانہ اس بات سے اکرم واعلیٰ ہے کہ معصیت کی سزا اس تک پہنچائے اس سے ثواب کو روک لے۔

اور اس لیے کہ جو ذات اس عمل کا ثواب پہنچانے پر قادر ہے جس کو ان حضرات نے تسلیم کیا وہ اس عمل کا بھی ثواب پہنچانے پر قادر ہے جس کا انھوں نے انکار کیا اور آیت کریمہ ان کے

تسلیم کردہ امور کے ساتھ خاص ہے اور جس میں ہمارا اختلاف ہے وہ بھی اس کے معنی میں ہے اس لیے ہم اسی پر اس کا بھی قیاس کرتے ہیں اور وہ حدیث جس سے انھوں نے استدلال کیا ہے وہ ان کے لیے حجت نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ اس میں میت کا عمل بند ہوجانے کا ذکر ہے ایصال ثواب کے باطل ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

امام شمس الدین محمد بن مفلح المقدسی اپنی کتاب ''الفروع''میں فرماتے ہیں: ہر وہ کار خیر جسے مسلمان انجام دے اور اس کا ثواب کسی مسلمان کے نام نذر کرے تو وہ اسے نفع بخش ہوگا اور اسے ثواب حاصل ہوگا جیسے دعا، استغفار، وہ واجب جس میں نیابت جائز ہو، صدقۂ نافلہ اور اسی طرح غلام آزاد کرنا جسے قاضی اور ان کے اصحاب نے مطلقاً ذکر کیا ہے اور ابوالمعالی ہمارے شیخ اور صاحب محرر نے ذکر فرمایا ہے، اور اسی طرح حج نفل اور مجرد میں ہے کہ جس نے اپنے علاوہ کی جانب سے نفل حج کیا تو وہ کرنے والے کی طرف سے واقع ہوگا اس کی جانب سے اجازت نہ ہونے کی وجہ سے۔ ایسے ہی تلاوت، نماز اور روزہ بھی۔ اگر کوئی شخص نماز، صدقہ وغیرہ کوئی عمل خیر کر کے اس کا نصف اپنے باپ یا ماں کے لیے کر دے تو کمال سے منقول ہے کہ اس کا ثواب پہنچنے کی امید ہے۔

اور فرمایا کہ میت کو تمام نیک کاموں کا ثواب پہنچتا ہے، خواہ صدقہ ہو یا نماز ہو یا اس کے علاوہ کار خیر۔[1]

امام برہان الدین ابراہیم بن محمد عبداللہ بن مفلح۔ اپنی ''کتاب المبدع'' میں رقم فرماتے ہیں کہ کوئی بھی نیک کام کیا جائے جیسے، دعا، استغفار، نماز، روزہ، حج اور قراءت وغیرہ اور اس کا ثواب مسلم میت کے نام کرے تو اسے نفع دے گا۔ احمد نے فرمایا کہ میت کو تمام نیک کام کا ثواب پہنچتا ہے؛ کیوں کہ اس سے وارد ہے، اور اس لیے بھی کہ تمام شہروں میں مسلمان جمع ہوکر تلاوت قرآن کرتے ہیں اور اس کا ثواب اپنے میتوں کو نذر کرتے ہیں تو یہ اجماع ہوا جیسے دعا اور استغفار پر اجماع ہے یہاں تک کہ اگر اس کا ثواب نبی کریم ﷺ کو نذر کیا جائے تو جائز ہے اور آپ علیہ السلام تک ثواب پہنچے گا۔

اور ابوالحسن علی بن سلام سلیمان اعرداوی نے اپنی کتاب ''الانصاف''میں فرمایا کہ کوئی

(۱) الفروع لابن مفلح .

بھی نیکی کر کے اس کا ثواب مسلم میت کو پہنچایا تو اسے فائدہ مند ہو گا۔

اور یہی مذہب ہے مطلقا اسی پر جمہور علماے حنابلہ اور ان میں سے بہت سے لوگوں نے اسے قطعی قرار دیا ہے، اور یہ مفردات میں سے ہے۔

اور قاضی نے مجرد میں فرمایا: جس نے حج نفل کسی کے لیے کیا تو وہ اسی کی جانب سے ہو گا اس شخص کے اجازت نہ دینے کی وجہ سے۔

شیخ الاسلام تقی الدین محمد بن احمد الفتوحی الحنبلی نے فرمایا: اور یہ سنت ہے کہ میت کی تخفیف معاملات کا سامان کیا جائے خواہ ترو تازہ کھجور کی ٹہنی قبر پر رکھ کر، یا وظائف یا اس کے پاس تلاوت قرآن کر کے، اور ہر وہ نیک کام جسے کوئی مسلمان کرے اور اس کا ثواب زندہ یا متوفی مسلم کو نذر کرے تو وہ اسے حاصل ہو گا اگرچہ اس کا کرنے والا ناواقف رہے۔ اور ثواب نذر کرنا مستحب ہے۔[1]

علامہ شیخ منصور البہوتی نے فرمایا: ہر وہ کار خیر جسے مسلمان انجام دے اور اس کا ثواب کسی زندہ یا مردہ مسلمان کو نذر کرے جائز ہے اور اسے نفع بخش ہو گا، اور بہت سے اعمال ذکر کیے ان میں سے قراءت قرآن بھی ہے۔[2]

شیخ ابن قیم کا نفیس کلام

شیخ ابن قیم نے کہا: اگر کوئی اس بات کا قائل ہو کہ سلف میں سے کسی نے یہ نہیں کیا تو وہ ایسی بات کا قول کر رہا ہے جس کا اسے علم ہی نہیں ہے؛ اس لیے کہ وہ اس شئ کی نفی پر دلیل پیش کر رہا ہے جسے وہ نہیں جانتا تو اسے کیا پتہ کہ سلف اسے کرتے تھے اور حاضرین کو اپنے اس عمل پر گواہ نہیں بناتے تھے بلکہ ان کی نیتوں اور مقاصد سے علام الغیوب کا آگاہ ہونا ہی کافی ہوتا تھا خاص طور سے نذر کرنے کی نیت کا زبان سے تلفظ کرنا شرط نہیں جیسا کہ گذرا۔

اور اس کا راز یہ ہے کہ ثواب، عمل کرنے والے کی ملک ہے تو جب وہ احسان کر کے ثواب اپنے مسلم بھائی کو پہنچائے تو اللہ عزوجل اس تک پہنچا دیتا ہے، تو وہ کیا سبب ہے کہ قراءت قرآن کے ثواب کو اس سے مخصوص کر دیا گیا اور بندوں پر اس بات کی ممانعت کر دی گئی کہ وہ اپنے بھائی

(۱) منتھی الارادات للفتوحی ۱ / ۱۷۱.
(۲) کشاف القناع للبھوتی ۲ / ۱۷۰.

کواس کا ثواب پہنچائے فرمایا: رہاوہ سبب جس کی وجہ سے سلف سے یہ عمل ظاہر نہیں ہوا تو یہ ہے کہ وہ لوگ ایصال ثواب کرنے والے سے واقف ہی نہیں ہوتے تھے اور نہ اس کے ایصال ثواب کرنے کا انھیں علم ہو پاتا تھا، اور نہ ہی قراءت کے لیے قبروں کا قصد کرتے تھے جیسا کہ آج لوگ کرتے ہیں، اور نہ ان میں سے کوئی شخص حاضرین کو اس بات کا گواہ بناتا کہ اس قراءت کا ثواب فلاں میت کے لیے ہے۔ بلکہ صدقہ اور روزہ کے ثواب کے ایصال پر بھی گواہ نہ بناتا تھا۔ پھر اس قائل کو کہا جائے: اگر تمھیں یہ ذمہ داری دی جائے کہ کسی سلف سے یہ نقل کردو کہ انہوں نے یہ دعا کی ہے کہ: "اللھم اجعل ثواب ھذا الصوم لفلان" اے اللہ! اس روزے کا ثواب فلاں کے نام کردے۔ تو تم عاجز رہ جاؤ گے؛ کیوں کہ لوگ اعمال خیر کو چھپائے رکھنے کے خواہش مند ہوتے تھے اور وہ یہ نہیں کرتے کہ مردوں کو ایصال ثواب کرنے پر لوگوں کو گواہ کریں۔[1]

(خلاصۂ بیان)

ایصالِ ثواب کو ماننا جمہور سلف کا طریقہ اور انکار کرنا اہلِ بدعت کا

علامہ محمد العربی التبانی المکی[2] نے فرمایا کہ: علما کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ بالاجماع میت کو چار چیزوں کا ثواب پہنچتا ہے، اور وہ صدقہ، دعا، استغفار اور ان واجبات کی ادائیگی ہے جو نیت کو قبول کرتے ہیں، جیسے میت کی جانب سے دین کی ادائیگی۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس کی جانب سے روزہ صحیح ہے۔ اور میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے امام شافعی کے قول قدیم کے مطابق اور ابو ثور و محققین محدثین کے نزدیک، حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عموم کی وجہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو انتقال کیا اس حال میں کہ اس پر روزہ ہو تو اس کا ولی اس کے جانب سے روزہ رکھے"۔[3]

اور یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ مردوں پر تلاوت قرآن سلف صالحین کے فعل سے ہے جیسا کہ ابن قدامہ اور ابن قیم و غیر ہما کے کلام سے مستفاد ہے جو قدیم ائمہ اہل اثر مثلاً خلال وغیرہ سے

(۱) کتاب الروح للشیخ ابن القیم.
(۲) إسعاف المسلمین و المسلمات بجواز القراءة و وصول ثوابها إلی الأموات.
(۳) کتاب الروح للشیخ ابن القیم.

منقول ہے، اور شرق تا غرب ہمیشہ مسلمانوں کا اس پر عمل رہا ہے، اور وہ لوگ اس پر اچھی طرح واقف تھے جیسا کہ امام ابن رشد مالکی کے فتوی اور علامہ سیوطی الشافعی کے کلام میں ہے اور یہ عبدالواحد المقدسی الحنبلی وغیرہ سے منقول ہے، اور ایسا ہی مغنیہ میں ابن قدامہ کا کلام ہے، اور کتاب الروح میں ابن القیم کا کلام ہے، بلکہ ابن قدامہ اور ابن عبدالواحد مقدسی نے علامہ سیوطی کے نقل کے مطابق اس بات کی صراحت کی ہے کہ اس سلسلے میں مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور علامہ مقدسی کی اس بارے میں تالیف بھی ہے جیسا کہ اس سلسلے میں علامہ سروجی اور سعید الدین الدیری حنفی وغیرہما نے تالیف کی ہے اور ابن القیم نے کہا کہ اس پر تمام لوگوں حتی کہ منکرین کا بھی تمام شہروں اور زمانوں میں بغیر علما کے کسی انکار کے عمل رہا ہے۔ (۱)

اور ثواب کے پہنچنے کو جمہور سلف اور امام احمد کی جانب منسوب کیا ہے اور نہ پہنچنے کو بدعتی اہل کلام کی جانب۔ اور اسی طرح علامہ سیوطی، جمہور ائمۂ سلف اور ائمۂ ثلاثہ وصول کا قول کرتے ہیں۔ اور علامہ مرغینانی حنفی نے فرمایا: اہل سنت کے نزدیک انسان کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کا ثواب کسی دوسرے کو نذر کرے۔ اور ایسے ہی علامہ بدرالدین العینی الحنفی نے فرمایا: میت کو تمام افعال خیر یعنی نماز، روزہ، حج، صدقہ، قراءت قرآن اور ذکر وغیرہ کا ثواب پہنچتا ہے اور عمل خیر سے کسی شخص کے نفع اندوز ہونے کے جواز پر دلالت کرنے والے آثار و روایات بے شمار ہیں۔ علامہ محقق کمال ابن ہمام نے فرمایا: ان تمام روایتوں کے درمیان قدر مشترک یعنی عمل غیر سے فائدہ پہنچنا، حد تواتر کو پہنچ جاتا ہے۔

حافظ سیوطی فرماتے ہیں: جمہور علما نے دعا، صدقہ، روزہ، حج اور عتق پر قیاس کے ذریعہ وصول ثواب پر استدلال فرمایا ہے اور ان احادیث کے ذریعہ استدلال فرمایا ہے جن کا ذکر آرہا ہے۔

(اور شرح الصدور میں خلال وغیرہ سے اس کو نقل کیا ہے) فرماتے ہیں کہ وہ آثار و روایات اگرچہ ضعیف ہوں لیکن ان کا مجموعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی کچھ اصل ضرور ہے، اور اس سے بھی استدلال کیا کہ تمام زمانوں میں مسلمان جمع ہو کر اپنے مردوں کے لیے قرآن

---

(۱) رواه احمد عن عائشة و رواه البخاري عنها و رواه مسلم عنها.

کی تلاوت کرتے رہے ہیں اور یہ فعل بغیر کسی نکیر کے ہوتا رہا ہے۔ لہذا یہ فعل اجماعی ہوا۔[1]

اور باری تعالیٰ کا ارشاد: وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾[2] میں مانعین کے لیے کوئی حجت نہیں ہے؛ اس لیے کہ یہ عام نہیں ہے بلکہ عمل غیر سے فائدہ پہنچے پر دلالت کرنے والی کتاب وسنت کی کثیر دلیلوں کے سبب خاص ہے۔ یا یہ اس عمل کے ثواب پر محمول ہے جسے عامل دوسرے کو نذر کرے۔ اور امام حسین بن فضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس آیت کریمہ اور ایک اور آیت: وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ عدل کا تقاضہ تو یہی ہے کہ انسان کے لیے صرف اس کا عمل ہو اور فضل ورحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کے لیے وہ سب ہو جو اللہ چاہے۔[3]

ایصال ثواب کے موضوع پر شیخ ابن تیمیہ کی تحقیق

شیخ تقی الدین ابوالعباس احمد بن تیمیہ کا قول ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ انسان کو صرف اس کے عمل ہی سے فائدہ پہنچتا ہے تو اس نے خرق اجماع فعل کا ارتکاب کیا جو کئی طریقوں سے باطل ہے۔

(۱) یہ کہ انسان اپنے علاوہ کی دعا سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور یہ انتفاع بعمل الغیر ہے۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل موقف کے لیے حساب کے سلسلے میں شفاعت فرمائیں گے پھر اہل جنت کے لیے جنت میں داخل ہونے کے سلسلے میں شفاعت فرمائیں گے اور پھر اہل کبائر کے لیے جہنم سے نکالنے کے سلسلے میں شفاعت فرمائیں گے اور یہ سب غیر کے عمل سے نفع حاصل کرنا ہے۔

(۳) ہر نبی اور صالح فرد کے لیے شفاعت ہے اور یہ انتفاع بعمل الغیر ہے۔

(۴) ملائکہ زمین والوں کے لیے دعا واستغفار کرتے ہیں اور یہ انتفاع بعمل الغیر ہے۔

---

(۱) شرح الصدور للسیوطی.
(۲) سورہ نجم، آیت: ۳۹.
(۳) شرح الصدور للسیوطی.

(۵) جس نے بالکل عمل خیر کیا ہی نہیں اللہ اسے محض اپنی رحمت سے جہنم سے نکالے گا اور یہ اپنے عمل کے علاوہ سے فائدہ اٹھانا ہے۔

(۶) مومنین کے بچے جنت میں اپنے آباء کے عمل کی وجہ سے داخل ہوں گے اور یہ صرف عمل غیر کے سبب سے ہو گا۔(۷) اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے اندر دو یتیم بچوں کے قصے میں فرماتا ہے: وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا.[1] یعنی ان دونوں کے والد نیک تھے۔ تو وہ دونوں بچے اپنے والد کی نیکی سے نفع اندوز ہوئے اور وہ ان کی خود کی سعی نہیں تھی۔

(۸) میت اس صدقہ سے منتفع ہوتا ہے جو ان کی جانب سے کیا گیا اور اس عتق (آزادی) سے جو اس کے نام سے ہوئی ہے اور یہ دونوں سنت واجماع سے ثابت ہیں اور یہ عمل غیر ہے۔

(۹) حج فرض میت سے ساقط ہوجاتا ہے اگر اس کا ولی اس کی جانب سے حج کرے یہ سنت سے ثابت ہے اور یہ عمل غیر سے فائدہ اٹھانا ہے۔

(۱۰) حج اور روزہ جس کی میت نے نذر مانی تھی اور نہ کرسکا اس سے ساقط ہوجاتا ہے اگر اس کی طرف سے کوئی ادا کرے یہ سنت سے ثابت ہے اور یہ انتفاع بعمل الغیر ہے۔

(۱۱) ایک مدیون شخص کی نماز جنازہ پڑھنے سے حضور نے انکار کر دیا یہاں تک کہ حضرت ابو قتادہ نے اس کا دین ادا کر دیا، اسی طرح ایک اور کا دین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ادا کیا تب حضور نے نماز ادا کی، اس طرح حضور کی نماز کا فائدہ انھیں ملا اور دین کی ادائیگی سے انھیں سکون ملا اور یہ عمل غیر سے ہے۔

(۱۲) جماعت ختم ہوجانے کے بعد ایک تنہا نماز ادا کرنے والے کے بارے میں حضور نے فرمایا: کیا کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اس کے ساتھ نماز پڑھ کر اس پر احسان اور صدقہ کرے؟ اور اسے جماعت کی فضیلت مل جائے۔ تو اسے جماعت کی فضیلت ملنا بھی غیر کے فعل سے ہے۔

(۱۳) انسان مخلوق کے دین سے بری الذمہ ہوجاتا ہے اگر کوئی اس کی طرف سے ادا کردے۔ اور یہ انتفاع بعمل الغیر ہے۔

(۱۴) جس پر تکالیف و مظالم کا الزام ہو جب اسے معاف کر دیا جائے تو اس سے ساقط ہو

(۱) سورۃ الکھف، آیت: ۸۲.

جاتا ہے اور یہ انتفاع بعمل الغیر ہے۔

(۱۵)نیک پڑوسی زندگی اور موت دونوں صورتوں میں نفع بخش ہوتا ہے جیسا کہ روایات میں آیا ہے، یہ بھی انتفاع بعمل الغیر ہے۔

(۱۶)اہل ذکر کے ساتھ بیٹھنے والے پر ان کی وجہ سے رحم کیا جاتا ہے، حالانکہ وہ ان میں سے نہیں ہوتا ہے اور نہ اس کے لیے بیٹھا ہوا ہوتا ہے بلکہ اپنی حاجت کے لیے بیٹھا ہے اور اعمال کا مدار تو نیتوں پر ہے تو عمل غیر سے منتفع ہوتا ہے۔

(۱۷)میت کی نماز جنازہ پڑھنے اور نماز میں اس کے لیے دعا کرنے میں میت کا فائدہ ہے اور یہ فائدہ زندہ کی طرف سے اس کی نماز پڑھنے سے ہوتا ہے جو کہ غیر کے عمل سے ہے۔

(۱۸)جمعہ افراد کے جمع ہونے سے قائم ہوتا ہے اور اسی طرح جماعت کثیر افراد سے منعقد ہوتی ہے اور یہ بعض کا بعض کے ذریعے نفع حاصل کرنا ہے۔

(۱۹)اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے :

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ.(۱) وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ(۲) وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ.(۳)

ترجمہ: اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے۔ (کنز الایمان)

تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بعض لوگوں کے سبب بعض کے عذاب کو دور فرما دیا اور یہ بھی انتفاع بعمل الغیر ہے۔

(۲۰)صدقۂ فطر بچے وغیرہ کی جانب سے اس پر واجب ہوتا ہے جن کا وہ کفیل ہے تو اس عمل سے اس کو فائدہ ملتا ہے جس کی طرف سے صدقۂ فطر نکالا جائے حالانکہ اس کی کوئی سعی نہیں ہے۔

(۲۱)زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، بچہ اور مجنون کی مال میں (اور اس کی جانب سے نکالنے پر) اس کو ثواب ہوتا ہے حالاں کہ اس کی کوئی کوشش نہیں ہوتی ۔ اور اگر کوئی غور کرے تو ایسی بے

(۱) سورۃ الانفال، آیت: ۳۳.
(۲) سورۃ الفتح، آیت: ۲۵.
(۳) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۵۱

شمار مثالیں مل جائیں گی جس میں انسان کو دوسرے کے عمل سے فائدہ ملتا ہے۔ تو کیوں کر یہ جائز ہو کہ کتاب و سنت اور اجماع کی تصریح کے خلاف آیت کریمہ کی تاویل کی جائے۔ اور آیت کریمہ میں انسان سے مراد عام ہے۔ [1]

قبر کے پاس تلاوت کرنا بدعت نہیں

قبروں پر تلاوت قرآن کا مسئلہ ان مسائل سے ہے جس میں جھگڑا، اختلاف اور نقطہ چینی خوب ہوتی ہے یہاں تک کہ نزاع واختلاف سے بڑھ کر مار پیٹ اور مقاطعہ تک کی نوبت آجاتی ہے۔ تو ان میں سے کچھ وہ لوگ ہیں جو اسے بدعت کہتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو حرام کہتے ہیں۔ اور مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس کے لیے سنگین لڑائی کی جائے اور ناروا انکار کیا جائے۔ ہمیں چاہیے کہ اس مسئلے میں ائمہ سلف کے اقوال کی طرف رجوع کریں اور ان میں سر فہرست فرقۂ سلفیہ کے اپنے زمانے کے امام شیخ ابن القیم ہیں۔

انھوں نے کہا: سلف کی ایک جماعت کے بارے میں مذکور ہے کہ انہوں نے وصیت کی کہ وقت دفن ان کی قبروں کے پاس تلاوت کی جائے۔ عبد الحق اشبیلی نے کہا: عبد اللہ بن عمر کے بارے میں روایت کی جاتی ہے کہ انھوں نے حکم دیا کہ ان کی قبر کے پاس سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جائے۔ [2] امام احمد پہلے اس کا انکار کرتے تھے؛ کیوں کہ اس سلسلے میں ان کو کوئی روایت نہیں پہنچی تھی پھر اس سے رجوع فرمالیا۔

علامہ سیوطی نے فرمایا:

امام بیہقی نے شعب الایمان میں اور امام طبرانی نے اپنے معجم میں ابن عمر سے روایت کیا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے روک کر مت رکھو بلکہ اس کی تدفین میں جلدی کرو اور اس کے سرہانے فاتحۃ الکتاب کی تلاوت کرو۔ اور بیہقی کے الفاظ یوں ہیں:

---

(۱) غایۃ المقصود فی التنبیہ علی اوھام ابن محمود للشیخ علامہ محمد بن حمید.
(۲) شرح الصدور.

فاتحۃ البقرۃ وعند رجلیہ بخاتمۃ سورۃ البقرۃ فی قبرہ. (۱)

یعنی سرہانے سورۂ بقرہ شروع کی جائے اور پائتیں ختم کی جائے۔

میں (سیوطی) کہتا ہوں: صحابہ کرام نے اس حدیث کو لیا اور ان کا اس پر عمل رہا۔ چناں چہ خلال نے جامع میں "کتاب القرأۃ عند القبور" کے تحت روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ہمیں خبر دی عباس بن محمد الدوری نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے یحیٰ بن معین نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی مبشر الحلبی نے، وہ فرماتے ہیں ہم سے حدیث بیان کی عبد الرحمٰن بن العلاء بن اللجلاج نے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے فرمایا کہ جب میں انتقال کر جاؤں تو مجھے قبر میں رکھ کر پڑھنا: بسم اللہ وعلیٰ سنۃ رسو ل اللہ ﷺ مجھ پر مٹی اچھی طرح ڈال دینا پھر میرے سر کے پاس سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات کی قراءت کرنا۔ اس لیے کہ میں نے عبد اللہ بن عمر سے ایسا کہتے ہوئے سنا: حضرت عباس دوری نے کہا کہ میں نے احمد بن حنبل سے سوال کیا: کیا قبر کے پاس تلاوت قرآن کے تعلق سے آپ کو کچھ یاد ہے؟ تو فرمایا: نہیں!

اور میں نے یحیٰ بن معین سے یہی پوچھا تو انھوں نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی کہ خلال نے کہا: ہمیں خبر دی حسن بن احمد الوراق نے وہ فرماتے ہیں ہم سے حدیث بیان کی علی بن موسیٰ الحداد نے اور وہ صدوق ہیں انھوں نے فرمایا: میں احمد بن حنبل اور محمد بن قدامہ جوہری کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا، جب میت کو دفن کر دیا گیا تو ایک نابینا شخص قبر کے قریب بیٹھ کر قراءت کرنے لگا تو اس سے امام احمد نے کہا: اے فلاں! قبر کے پاس تلاوت بدعت ہے۔ جب ہم قبرستان سے نکلے تو محمد ابن قدامہ نے امام احمد بن حنبل سے کہا: اے ابو عبد اللہ! آپ مبشر حلبی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ امام احمد نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے۔

پھر فرمایا: آپ نے ان سے کچھ نقل کر کے کچھ لکھا ہے کیا؟ ابن قدامہ نے کہا: ہاں! مجھے خبر دی مبشر نے وہ روایت کرتے ہیں عبد الرحمان ابن علا بن اللجلاج سے یہ اپنے والد سے روایت

---

(۱) شرح الصدور و رواہ الحاکم ایضا مرفوعا بنحوہ وذکر شاھدا لہ عن البیاضی، قال الذھبی فی التلخیص ھو علی شرطھما واختلف فی رفعہ ووقفہ (المستدرک مع التلخیص)

کرتے ہیں کہ انہوں نے وصیت کی کہ جب وہ دفن کر دیے جائیں توان کے سر کے پاس سورۂ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ تلاوت کی جاے اور فرمایا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی وصیت کر تے ہوے سنا ہے اس پر امام احمد نے فرمایا: واپس جاؤ اور اس شخص سے کہو کہ پڑھے۔

حسن بن صباح زعفرانی نے کہا: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے قبر کے پاس قراءت قرآن کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

خلال نے شعبی سے روایت کرتے ہوئے ذکر کیا کہ انھوں نے فرمایا: انصار میں سے جب کسی کا انتقال ہوتا تو وہ لوگ اس کی قبر کے پاس قرآن پڑھنے کے لیے جاتے رہتے تھے اور فرمایا کہ مجھے خبر دی ابویحیی ناقد نے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن جروی کو یہ کہتے ہوے سنا کہ میں اپنی بہن کی قبر کے پاس سے گزرا تو میں نے وہاں سورۂ ملک کی تلاوت کی تو ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ تمھاری بہن کہہ رہی تھی کہ اللہ ابوعلی کو بہترین جزاءعطا فرماے، کیوں کہ مجھے اس کی تلاوت سے نفع حاصل ہوتا ہے۔

مجھے خبر دی حسن ابن ہیثم نے انھوں نے فرمایا کہ میں نے ابو بکر بن اطروش بن ابی نصر بنت تمار کو فرماتے سنا کہ ایک شخص ہر جمعہ کو اپنی والدہ کی قبر پر آتا اور سورہ یٰس کی تلاوت کرتا، تو ایک دن آکر سورہ یٰس کی تلاوت کی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! اگر تو اس سورہ کا ثواب تقسیم کرے تو اس کا ثواب ان تمام قبر والوں کو عطا فرما۔ پھر جب آئندہ جمعہ آیا تو اس کے پاس ایک عورت آئی اور بولی تو فلاں ابن فلانہ ہے؟ تو اس نے کہا ہاں! تو وہ بولی کہ میری بیٹی کا انتقال ہو گیا میں نے خواب میں اس کی قبر کے کنارے بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا کس نے تجھے اس مقام پر بیٹھا دیا ہے؟ تو بولی فلاں ابن فلانہ نے اپنی ماں کے قبر کے پاس آکر سورہ یس کی تلاوت کی اور اس کا ثواب تمام قبر والوں کو بخش دیا تو اس کی کچھ رحمت ہمیں بھی پہنچی اور بخش دیا گیا۔

نسائی وغیرہ میں معقل بن یسار مزنی کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ’تم اپنے

(۱) هذا الذی ذکره ابن القیم عن الشافعی وذکره السیوطی ایضا عن الشافعی فی کتابه شرح الصدور.

مردوں کے پاس سورہ یٰسٓ کی تلاوت کرو۔"[1]

اور اس مقام پر اس بات کا احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جاں کنی کے وقت مرنے والے کے پاس اس کی تلاوت کرو جیسے حدیث پاک "لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ میں ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے قبر کے پاس تلاوت مراد ہو۔ اور اول الذکر اظہر ہے۔ چند وجوہ کی بنیاد پر ان میں سے چند یہ کہ یہ "لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ" کی نظیر ہے۔ اس سورہ سے قریب الموت کو فائدہ اس لیے ہے کہ اس میں توحید، حشر، اہل توحید کے لیے جنت کی بشارت اور توحید پر مرنے والے کا ان الفاظ کے ساتھ رشک کرنے کا بیان ہے۔ کاش! میری قوم جانتی یہ بات کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت داروں میں سے کیا۔ تو اس سے روح خوش ہوتی ہے اور اللہ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے، تو اللہ بھی اس کی ملاقات پسند کرتا ہے۔[2] تو یہ سورہ قرآن کا دل ہے اور قریب الموت کے پاس اس کی تلاوت کرنے میں عجیب و غریب خا صیت ہے۔

ابوالفرج ابن جوزی نے کہا کہ ہم اپنے شیخ ابوالوقت عبدالاول کے پاس تھے اور ان کے بارے میں ہمارا آخری علم یہ رہا تھا کہ انھوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور مسکرا کر یہ آیت: يٰلَيْتَ قَوْمِىْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِىْ رَبِّىْ وَ جَعَلَنِىْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ "[3] پڑھی اور انتقال کر گئے۔ یہ کہ قدیم اور جدید ہر دور میں یہی لوگوں کی عادت رہی ہے کہ وہ قریب الموت کے پاس یٰسٓ کی تلاوت کرتے ہیں۔ یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اگر ارشاد نبی ﷺ "اقروا یٰس عند موتاکم" کا مطلب قبر کے پاس قراءت کرنا سمجھتے تو وہ اسے ترک نہ کرتے اور ایسا عادی معاملہ ہوتا جو ان کے درمیان مشہور ہوتا۔

(۵) یہ کہ دنیا کے آخری لمحات میں اس کی قراءت سننے اور قلب و ذہن کے حاضر ہونے سے فائدہ اٹھانا ہی مقصود ہوتا ہے۔ اور رہی بات قبر کے پاس تلاوت کرنے کی تو اس پر ثواب نہیں

---

(۱) هذا حديث صحيح رواه الإمام مسلم في كتاب الجنائز، باب تلقين الموتى لا إله الا الله

(۲) أخرج البخاري عن عباده بن الصامت عن النبي ﷺ قال من أحب.

(۳) سورۂ یٰسٓ، آیت: ۲۶، ۲۷.

دیاجاتا اس لیے ثواب یا تو تلاوت سے ہے بالغور سماعت کرنے سے ہے اور یہ وہ عمل ہے جو میت سے منقطع ہوچکا ہے۔ یہ ابن القیم کے کلام سے ماخوذ ہے۔ (۱)

حافظ ابو محمد عبد الحق اشبلی نے یہی عنوان رکھا ہے یعنی "اس کا ذکر جو وارد ہے کہ مردے زندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں اور ان کے اقوال واعمال پہچانتے ہیں"۔

پھر فرمایا کہ ابو عمر بن عبد البسر نے حضرت ابن عباس کی حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی شخص اپنے شناسا مومن بھائی کی قبر سے گزرے اور اسے سلام کرے تو وہ صاحب قبر اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مرفوعًا بیان کی جاتی ہے کہ " اگر وہ اسے نہ پہچانے اور اسے سلام کیا جائے جب بھی وہ سلام کا جواب دیتا ہے۔ (۲)

علامہ اشبلی نے فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو بھی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو اس سے مانوس ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اٹھ کر چلا جائے۔ حافظ ابو محمد نے اس باب میں اس حدیث سے دلیل لی ہے جسے ابو داؤد اپنی سنن میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو بھی شخص مجھے سلام پیش کرتا ہے تو رب تعالی میری روح مجھے عطا کر دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (۳)

حافظ ابو محمد نے فرمایا کہ سلیمان بن نعیم نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ کا خواب میں دیدار کیا تو کہا: یارسول اللہ! جو لوگ آپ کے حضور آتے ہیں اور آپ پر سلام پیش کرتے ہیں کیا آپ انھیں سمجھتے ہیں؟ فرمایا ہاں اور میں ان کا جواب دیتا ہوں۔ (۴) حافظ ابو محمد نے ایک جگہ اور فرمایا کہ سلیمان بن نعیم نے فرمایا: نبی کریم ﷺ صحابہ کو تعلیم فرماتے کہ جب قبرستان داخل ہو تو کہو

---

(۱) الروح.

(۲) ذکرہ فی الاحیاء عن ابی ہریرۃ بلفظ "اذا مر الرجل بقبر الرجل یعرفہ فسلم علیہ وعلیہ السلام وعرفہ واذا مر بقبر لا یعرفہ. (الحدیث)

(۳) رواہ ابو داؤد فی سننہ باب زیارۃ القبور.

(۴) عزاہ السیوطی إلی ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور.

السلام علیکم اہل الدیار [1] حافظ ابو محمد نے فرمایا کہ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میت اپنے سلام کرنے والے اور اپنے لیے دعا کرنے والے کو پہچانتا ہے۔ حافظ ابو محمد نے فرمایا: فضل بن موفق سے منقول ہے انھوں نے فرمایا کہ میں اپنے والد کی قبر پر اکثر و بیشتر آیا کرتا تھا ایک دن اسی قبرستان کے اندر میں ایک جنازے میں شریک ہوا تو میں نے اپنی ضرورت کی وجہ سے جلدی کی اور ان کے پاس نہ گیا، جب رات ہوئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے والد نے مجھ سے کہا: بیٹے کیوں نہیں آئے؟ تو میں نے کہا: اے میرے والد! کیا آپ کو پتہ چلتا ہے جب میں آپ کے پاس آتا ہوں؟ کہا: ہاں بخدا میں تمھیں تکنے لگتا ہوں جب تم پل سے ظاہر ہوتے ہو یہاں تک کہ تم میرے پاس پہنچ کر بیٹھتے ہو پھر جب جاتے ہو۔ تو میں تمھاری طرف دیکھتا رہتا ہوں یہاں تک تم پل پار کر جاتے ہو۔

ابن ابی الدنیا نے کہا: مجھ سے حدیث بیان کی ابراہیم بن بشار کوفی نے انھوں نے فرمایا کہ ہم سے حدیث بیان کی موفق نے تو انھوں نے یہ قصہ ذکر فرمایا۔

عمرو بن دینار سے صحیح روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جو بھی شخص مرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اس کے گھر والوں کے درمیان کیا ہو رہا ہے۔ وہ لوگ اسے غسل و کفن دیتے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے۔ حضرت مجاہد سے ایک صحیح روایت ہے کہ میت قبر کے اندر اپنے بعد اپنے لڑکے کی نیکی سے خوش ہوتا ہے۔

امام نووی نے شرح مہذب میں فرمایا: قبروں کی زیارت کرنے والوں کے لیے مستحب ہے کہ قرآن مجید سے جتنا ہو سکے تلاوت کرے اس کے بعد اس کے لیے دعا کرے۔ امام شافعی نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس کے اصحاب نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ اور دوسرے مقام پر اتنا اضافہ فرمایا ہے کہ اگر قبر کے پاس لوگ ختم قرآن کریں تو یہ افضل ہے۔

ابن مفلح نے فروع میں فرمایا کہ "قبر کے پاس اور قبرستان میں تلاوت کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اسے ابو بکر، قاضی اور ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ شرح مسلم میں ہے کہ علما نے قبر کے پاس تلاوت کرنے کو مستحب مانا ہے کھجور کی

(۱) رواه مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عبد الدخول القبور و الدعاء لاهلها.

ٹہنی والی حدیث کی دلیل سے اس لیے کہ جب ٹہنی کی تسبیح سے تخفیف عذاب قبر کی امید ہے تو قراءت قرآن سے اور بڑھ کر اس کی امید ہوگی۔

شیخ امام ابو محمد قدامہ مقدسی اپنی کتاب "مغنی" کے کتاب الجنائز کے اخیر میں فرماتے ہیں:
(فصل) عند القبر تلاوت و قراءت میں کوئی حرج نہیں ہے امام احمد سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب تم قبرستان میں داخل ہو تو آیت الکرسی اور تین مرتبہ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ پڑھو، پھر کہو: اے اللہ اس کا ثواب تمام قبر والوں کو عطا فرما۔

اس حدیث کی نسبت امام سیوطی نے محب طبری اور احیاء العلوم میں امام غزالی کی طرف کی ہے۔ اور عبد الحق کی کتاب "عاقبۃ" میں امام احمد بن حنبل سے ان الفاظ کے ساتھ روایت ہے جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورہ فاتحہ معوذتین اور قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ پڑھو اور ان کا ثواب اہل قبور کے نام نذر کر دو اس لیے کہ یہ انھیں پہنچتا ہے۔

(قلت) برہان ابن مفلح نے اپنی کتاب "المبدع" میں امام احمد سے جو روایت بیان کی ہے اس سے مذکورہ روایت کی تائید ہوتی ہے، جسے ہم نے "النصوص الفقھیہ فی المسالۃ" کے تحت آنے والی فصل میں نقل کیا ہے۔ وہاں ملاحظہ کریں۔ علامہ حافظ سیوطی نے "شرح الصدور" ہی میں فرمایا ہے کہ فوائد زنجانی میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعا روایت ہے کہ جو بھی قبرستان جائے سورہ فاتحہ، قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اور اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ پڑھے پھر کہے: اے اللہ! میں نے اسے تمام اہل قبور کے نام کیا۔

اور اسی کتاب میں سمرقندی کی فضل قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ میں حضرت علی سے مرفوعا ان الفاظ کے ذریعہ روایت ہے کہ: قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ گیارہ مرتبہ پڑھے۔ اور حافظ زبیدی نے "الاتحاف" میں امام احمد بن حنبل کے کلام کے بعد فرمایا: اسی طرح اسے اپنی کتاب "العاقبہ" میں ابو بکر احمد بن حنبل المروزی سے نقل کیا ہے اور اس کی نسبت نسائی رافعی اور سمرقندی کی طرف بھی کی ہے اور انھوں نے اس حدیث کو حضرت علی کی مرفوع روایت سے ذکر کیا ہے۔

خلال نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی ابو علی حسن بن ہیثم البزاز ہمارے شیخ نے جو ثقہ اور مامون ہیں۔ انھوں نے فرمایا: میں نے احمد بن حنبل کو دیکھا کہ آپ قبر پر تلاوت کرنے والے نابینا

کے پیچھے نماز ادا کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو قبرستان میں داخل ہو اور وہ یٰس کی تلاوت کرے تو اس دن مردوں کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔ اور پڑھنے والے کے لیے اہل قبور کی تعداد کے برابر نیکیاں ہوں گی۔

نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور ان کے پاس سورہ یٰس کی تلاوت کرے تو ان کو بخش دیا جائے گا" پھر فرمایا: **(فصل)** اور کوئی بھی کارِ خیر کر کے اس کا ثواب مسلم میت کے نام کرے۔ (1) تو انشاء اللہ اس کا نفع اسے پہنچے گا۔

جہاں تک بات ہے دعا استغفار، صدقہ اور واجبات کی ادائیگی کی تو میرے علم کے مطابق اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جب کہ واجبات ایسے ہوں جن میں نیابت جائز ہو۔

اور اللہ عزوجل نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ. (2)

ترجمہ: اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ (کنز الایمان)

اور فرمایا:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ. (3)

اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (کنز الایمان)

مذکورہ مسئلے پر فقہی عبارات

امام شمس الدین محمد مفلح مقدسی نے اپنی کتاب "الفروع" میں فرماتے ہیں کہ قبر کے پاس

(۱) ذکرہ فی الاحیاء بلفظ "من زار قبر والدیہ او احدھما فی جمعۃ غفر لہ وکتب براء"
(۲) سورۃ الحشر، آیت: ۱۰.
(۳) سورۂ محمد، آیت: ۱۹.

اور قبرستان تلاوت وقراءت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔اس کی تصریح کی ہے اور اس کو اختیار کیا ہے ابو بکر قاضی اور ایک جماعت نے،اور یہی مذہب مختار ہے۔

پھر فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بروایت صحیح مروی ہے کے انھوں نے وصیت کی کہ جب انھیں دفن کر دیا جائے تو سورہ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات کی تلاوت ان کے پاس کی جائے اسی وجہ سے امام احمد نے کراہت کے قول سے رجوع فرمالیا۔ خلال اور ان کے اصحاب نے کہا کہ مذہب میں صرف ایک روایت عدم کراہت کی ہے۔

امام برہان الدین بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مفلح نے اپنی کتاب ''المبدع''میں فرمایا: مذہب یہ ہے کہ دو روایتوں میں سے صحیح تر روایت کے مطابق عندالقبر یا قبرستان میں قراءت و تلاوت میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

حضرت انس سے مرفوعا روایت ہے کہ جو قبرستان جائے اور وہاں سورہ یٰس کی قراءت کرے تو اس وقت اہل قبور پر تلاوت کی وجہ سے تخفیف کی جاتی ہے اور پڑھنے والوں کے لیے مردوں کی تعداد کے برابر نیکیاں ہیں۔

امام ابوالحسن علی بن سلیمان مرداوی نے اپنی کتاب ''الانصاف'' میں فرمایا: قبر پر تلاوت کی عدم کراہت کا قول صحیح تر روایت کے مطابق امام احمد کا مذہب ہے،اور (اس) کو فروع وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے اور اس کی صراحت کی ہے۔ شارح نے کہا: یہ روایت امام احمد سے مشہور ہے۔

خلال اور صاحب مذہب نے فرمایا: ایک روایت ہے کہ مکروہ نہیں ہے اور اسی موقف پر اکثر اصحاب حنابلہ ہیں۔ ان میں سے قاضی بھی ہیں۔ اور وجیز وغیرہ نے اس پر جزم فرمایا ہے۔ الفروع، المغنی، الشرح، ابن تمیم اور الفائق وغیرہ میں اسی کو مقدم کیا ہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ مکروہ ہے جسے عبدالوہاب الوراق اور شیخ تقی الدین نے اختیار کیا ہے۔

شیخ تقی الدین نے کہا: اسے ایک جماعت نے نقل کیا ہے اور یہی جمہور سلف کا قول ہے اور اسی پر اس کے قدیم اصحاب ہیں اور ان میں مروزی کا نام لیا۔ **(قلت)** بہت سے اصحاب نے فرمایا کہ امام احمد نے اس روایت سے رجوع فرمالیا تھا، ایک جماعت نے امام احمد کے اس روایت سے رجوع کا وہ واقعہ ان سے نقل کیا ہے جو ایک نابینا کے ساتھ پیش آیا تھا جس کا ذکر گزر چکا ہے۔

امام احمد ہی کا ایک قول یہ ہے کہ صرف دفن کے وقت تلاوت مکروہ نہیں ہے اس کے علاوہ مکروہ ہے۔ الفائق میں ہے: انھیں سے مروی ہے کہ وقت دفن تلاوت سنت ہے۔ اسے عبدالوہاب وراق اور ہمارے شیخ نے اختیار کیا ہے اور انھیں سے ایک روایت ہے کہ قراءت علی القبر بدعت ہے۔ اس لیے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے فعل سے نہیں ہے اور نہ ہی ان کے اصحاب کے فعل سے ہے۔ عدم کراہت کے قول کی بناء پر مستحب ہوگا صحیح مذہب کے مطابق۔ الفائق میں ہے: قراءت علی القبر مستحب ہے اسی کی اخیر میں صراحت فرمائی ہے۔ ابن تمیم نے کہا: قراءت علی القبر مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ اس کی صراحت ہے۔ اور ایک قول ہے کہ مباح ہے۔ الرعایۃ الکبریٰ میں ہے: قراءت علیٰ القبر مباح ہے۔ اس کی صراحت ہے، اسے الرعایۃ الصغریٰ اور الحاویین میں مقدم کیا گیا ہے۔ المغنی، الشرح اور شرح ابن رزین میں ہے: قراءت عند القبر میں کوئی حرج نہیں ہے اور الفروع میں ان دونوں کو مطلق بیان کیا گیا ہے۔

علامہ شیخ منصور بھوئی نے کہا: نہ قراءت علیٰ القبر مکروہ ہے نہ قراءت فی المقبرہ بلکہ مستحب ہے۔ (۱)

میت کی تلقین کا مسئلہ

تلقین میت بھی ان مسائل میں سے ہے جن میں بحث اور قبول ورد بکثرت ہوتے ہیں، وہ بحثیں مقاطعہ تک پہنچ جاتی ہیں۔ اور اس باب میں حضرت ابوامامہ کی وہ حدیث مرفوع ہے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور عبدالعزیز الحنبلی نے شافی میں روایت کیا ہے۔ ابوامامہ نے فرمایا: جب میں انتقال کر جاؤں تو میرے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرو جیسا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مردوں کے ساتھ کرنے کا حکم فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ "جب تمھارا کوئی بھائی انتقال کر جائے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں کا کوئی شخص اس کی قبر کے پاس کھڑا ہو۔

اور کہے: اے فلاں بن فلانہ! تو مردہ اسے سنے گا مگر جواب نہیں دے گا، پھر کہے: اے فلاں بن فلانہ! تو وہ سیدھا بیٹھ جائے گا۔ پھر کہے: اے فلاں بن فلانہ! تو وہ کہے گا" ہمیں سیدھی راہ بتا، اللہ تم پر رحم فرمائے"، لیکن تم اس کو محسوس نہیں کرو گے پھر کہے: (اے مردے!) تو اس

(۱) کشاف القناع.

گواہی کو یاد کر جس کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا ہے یعنی اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ تو اللہ کے رب، اسلام کے دین، محمد ﷺ کے نبی اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا۔" تو منکر اور نکیر دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں "چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے اس کی حجت سکھادی گئی اس پر ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر اس کی ماں کا نام معلوم نہ ہو تو؟ فرمایا: اس کی ماں حوا کی جانب نسبت کر کے کہے اے فلاں ابن حوا!۔

حافظ نے تلخیص میں کہا اس کی اسناد صالح ہے اور ضیا نے اسے اپنی "الاحکام" میں قوی قرار دیا ہے، اور اس کی اسناد میں سعید ازدی ہیں جن کی ابو حاتم نے تعریف کی ہے۔ مذکورہ گفتگو کے بعد ہیثمی نے کہا ہے: اس کی اسناد میں ایک جماعت جسے میں نہیں پہچانتا۔[1] اور اسکی اسناد میں عاصم بن عبداللہ بھی ہے جو ضعیف ہے۔ اثرم نے کہا: میں نے امام احمد سے کہا: لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب میت کو دفنا دیا جاتا ہے تو ایک شخص کھڑا ہو کر کہتا ہے۔ "اے فلاں بن فلانہ" تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے کسی کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے اہل شام کے جب ابو مغیرہ انتقال کیے۔ اس سلسلے میں ابوبکر بن ابی مریم سے روایت کی جاتی ہے وہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگ ایسا (تلقین کا عمل) کرتے تھے۔ اور اسماعیل بن عباس ابوامامہ کی حدیث کی طرف اشارہ کرتے۔

"تلخیص" میں حدیث ابی امامہ کو ایک اثر سے تقویت دی گئی ہے جسے سعید بن منصور نے اپنی سند کے ساتھ، راشد بن سعد، ضمرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر سے روایت کی ہے کہ ان لوگوں نے کہا: جب میت کی قبر برابر کر دی جاتی لوگ وہاں سے واپس ہو جاتے تو وہ لوگ پسند کرتے کہ میت کی قبر کے پاس تین مرتبہ کہا جائے: اے فلاں! کہو: لا الہ الا اللہ، اشھد ان لا الہ الا اللہ، اے فلاں! کہو: ربی اللہ میرا رب اللہ ہے، دینی الاسلام میرا دین اسلام ہے، و نبیی محمد ﷺ، اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں پھر کہنے والا لوٹ جائے۔ اسے سعید نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ اور حدیث ابوامامہ کی تقویت اس حدیث سے بھی کی گئی ہے جو عثمان سے

(۱) مجمع الزوائد.

مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کے پاس کھڑے ہو کر فرماتے: اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو؛ اس لیے کہ ابھی اس سے سوال ہوگا۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔[1]

بزار نے اسے صحیح قرار دیا اور کہا: یہ روایت نبی کریم ﷺ سے صرف اسی طریق سے مروی ہے راشد ضمرہ اور حکیم کے جس اثر کو حافظ نے تلخیص میں ذکر کیا ہے شوکانی نے اسے نقل کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔

میں کہتا ہوں: جن احادیث زائدہ کے بارے میں حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "الفتح" میں سکوت فرمایا ہے شیخ ظفر عثمانی نے اپنی کتاب "القواعد" میں ان کے متعلق کلام کیا ہے کہ انہوں نے مقدمہ "ھدی الساری" میں اس کی تصریح کردی ہے کہ وہ ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہیں۔ پھر فرمایا: اسی طرح حافظ ابن حجر کی "تلخیصِ جیر" کی کسی حدیث سے سکوت کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ صحیح یا حسن ہے؛ اس لیے کہ قاضی شوکانی اکثر تلخیص میں بھی سکوت سے دلیل لاتے ہیں، جس طرح الفتح میں سکوت سے حجت پیش کرتے ہیں۔ شوکانی کی "نیل الاوطار" کی طرف مراجعت سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ

الفتاوی الکبری للشیخ ابن تیمیہ میں ہے:

مفتی الانام، بقیۃ السلف، تقی الدین، بقیۃ المجتہدین سے میت کی تدفین کے بعد قبر پر اس کی تلقین کے بارے میں سوال ہوا کہ کیا اس حوالے سے نبی کریم ﷺ یا حضرات صحابہ سے کوئی صحیح روایت ہے؟ اور اگر کوئی روایت نہ ہو تو کیا اس کا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟۔

تو شیخ ابن تیمیہ نے جواب دیا: "یہ تلقین صحابہ کرام کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انھوں نے اس کا حکم دیا، جیسے ابوامامہ الباہلی وغیرہ، اور اس بارے میں نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے لیکن اس حدیث پر صحت کا حکم نہیں لگایا گیا ہے اور نہ ہی بہت سارے صحابہ ایسا کرتے

(۱) قواعد فی علوم الحدیث.

تھے۔ لہذا امام احمد و دیگر علما نے کہا کہ اس تلقین میں کوئی حرج نہیں ہے، پس انھوں نے اس بارے میں رخصت دی ہے، حکم نہیں دیا ہے اور امام شافعی و امام احمد کے اصحاب کی ایک جماعت نے اسے مستحب جانا ہے اور امام مالک کے اصحاب کی ایک جماعت نے کراہت کا قول کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے سنن میں مروی ہے کہ آپ اپنے صحابی کی قبر کے پاس کھڑے ہوتے توجب دفن کر دیا جاتا کہتے: اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو اس لئے کہ ابھی اس سے سوال ہونا ہے۔"[1] اور صحیحین میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو،[2] تو جاں بلب شخص کو تلقین کرنا ایسی سنت ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

یہ بھی ثابت ہے کہ صاحب قبر سے سوال و امتحان ہوتا ہے اور اس کے لیے دعا کا حکم دیا گیا ہے تو اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ تلقین اسے نفع بخش ہے؛ اس لیے کہ مردہ ندا و پکار سنتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی صحیح حدیث پاک سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: مردہ، لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے،،[3] اور فرمایا: "تم ان سے زیادہ میری بات سننے والے نہیں۔"[4] اور مردوں کو سلام کرنے کا حکم بھی آپ ﷺ سے ثابت ہے چنانچہ فرمایا: جو بھی انسان ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گزرے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کرے تو اللہ اس کی روح اسے لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہے۔" واللہ اعلم.

ابن تیمیہ سے ایک اور سوال ہوا: کیا میت کو دفن کے بعد تلقین واجب ہے یا نہیں؟ اور کیا قراءت و تلاوت میت کو پہنچتی ہے؟

تو جواب دیا: میت کو بعد الموت تلقین کرنا بالاجماع واجب نہیں ہے اور نہ ہی یہ مسلمانوں کے اس عمل سے ہے جو نبی ﷺ اور آپ کے خلفا کے عہد میں ان کے درمیان مشہور ہو۔ بلکہ یہ صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے جیسے ابو امامہ اور واثلہ ابن اسقع۔ پس کچھ ائمہ نے اس

(۱) رواہ الحاکم، فی المستدرك و قال صحیح و وافقه الزهیر.
(۲) رواہ مسلم فی الصحیح و اصحاب السنن فی سننه.
(۳) رواہ البخاری، کتاب الجنائز، باب المیت یسمع خفق النعال.
(۴) رواہ البخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی جهل من حدیث أنس بن مالك عن أبی طلحة.

بارے میں رخصت دی ہے جیسے امام احمد بن حنبل ۔ ان کے اور امام شافعی کے اصحاب نے اس کے استحباب کا قول کیا ہے اور علما میں سے کچھ وہ ہیں جو اسے بدعت جان کر مکروہ قرار دیتے ہیں۔ تو اس سلسلے میں تین اقوال ہیں: (۱) استحباب (۲) کراہت (۳) اباحت اور یہی سب سے معتدل قول ہے۔

رہا وہ مستحب جس کا نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اور اس پر ابھارا، تو وہ میت کے لیے دعا ہے۔ [۱] حاصل کلام یہ ہے کہ دفن کے وقت قراءت فی الجملہ منقول ہے اور اس کے بعد کے بارے میں کوئی روایت منقول نہیں ہے۔ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔ [۲]

ابن القیم کا کلام

شیخ ابن قیم نے کہا: " قبر میں میت کی تلقین پر زمانۂ قدیم سے اب تک لوگوں کا عمل جاری رہنا بھی اس کے جواز پر دال ہے، اگر وہ نہ سنتا اور اس سے منتفع نہ ہوتا، تو پھر تلقین میت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک بے کار کام تھا۔ اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا، تو آپ نے اسے مستحسن قرار دیا اور اس پر عمل کے ذریعہ دلیل پیش کیا۔

اور اس (تلقين الميت فى القبر) کے بارے میں ایک ضعیف حدیث ابو امامہ کی ہے جسے طبرانی نے اپنے معجم میں ذکر کیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے، اور اس پر مٹی برابر کر دو تو تم میں کا کوئی اس کی قبر کے پاس سرہانے کھڑا ہو کر کہے: اے فلاں ابن فلانہ! تو وہ سنے گا اور جواب نہیں دے گا، پھر اے فلاں ابن فلانہ دوسری مرتبہ کہے، تو وہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا، پھر کہے: اے فلاں ابن فلانہ تو وہ (مردہ) کہے گا " ارشدنا رحمك الله،، ہمیں سیدھے راہ کی تلقین کرو اللہ تم پر رحم فرمائے، لیکن تم اسے نہیں سن سکتے ہو، تو اب کہے: یاد کرو اس گواہی کو جس پر قائم رہ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ اللہ کے رب، اسلام کے دین، محمد ﷺ کے نبی اور قرآن کے امام ہونے سے تو راضی تھا۔ "

(۱) فقد روى عن النبى ﷺ حديثا رواه الطبرانى فى التلقين.
(۲) الفتاوىٰ الكبرى للشيخ ابن تيمية.

یہ سن کر منکر نکیر دونوں پیچھے ہٹتے ہیں اور کہتے ہیں چلو ہم اس کے پاس کیا بیٹھیں جسے اس کی حجت سکھادی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان دونوں کے سامنے اس مردے کو حجت میں غالب کر دے گا۔اس پر ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر کوئی اس کی ماں کا نام نہ جانتا ہو تو کیا کہے؟ حضور نے فرمایا: اسے اس کی ماں حوا کی طرف منسوب کرے۔"[1]

یہ حدیث اگر ثبوت کو نہ پہنچے جب بھی تمام بلاد و زمانے میں بلا کسی رد و انکار کے مسلسل اس پر عمل ہونا ہی، اس پر عمل کے لیے کافی ہے۔ اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے کبھی امت کی عادت ایسی جاری نہیں فرمائی کہ اقوام مشرق و مغرب ایسے کو مخاطب کرنے پر متفق ہو جائیں جو نہ سنتا ہو اور نہ جو عقل رکھتا ہو، اسے بنظر استحسان دیکھیں بھی اور نہ صرف یہ کہ ان میں سے کوئی انکار کرنے والا انکار نہ کرے بلکہ اگلا پچھلے کے لیے طریقہ رائج کر دے اور اس معاملے میں پچھلا اگلے کی اقتدا کرنے لگے۔ (ایسا کبھی نہیں ہوا) اگر ایسا مان لیا جائے کہ مخاطب سننے والا نہیں تو لازم آئے گا ایسے کو خطاب کرنا جو مٹی، لکڑی، پتھر اور شی معدوم کے مرتبے میں ہو اور ایسے فعل کو کوئی شخص بھی اچھا جانے تو علماے وقت اس کے اس قبیح اور گھٹیا سوچ کا قلع قمع کرنے والے ہوتے ہیں۔

امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں ایسی اسناد کے ساتھ جس میں کوئی کلام نہیں ہے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک شخص کے جنازے میں حاضر ہوئے جب تدفین ہو چکی تو آپ نے فرمایا: اپنے بھائی کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو؛ اس لیے کہ ابھی اس سے سوال ہونا ہے" تو آپ نے خبر دی کہ اس وقت اس سے سوال ہوگا اور جب سوال ہوگا تو وہ تلقین سنے گا۔

نبی اکرم ﷺ سے بروایت صحیح منقول ہے کہ میت لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے جب وہ پیٹھ پھیر کر (بعد دفن) واپس ہوتے ہیں۔[2]

قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا

علما کی ایک جماعت نے کہا: وہ تمام چیزیں جن سے میت کو نفع پہنچتا ہے، ان میں سے ایک

(۱) فال فی المجمع رواہ الطبرانی فی الکبیر، وفی اسنادہ جماعۃ لم ؤعرفھم وقال الحافظ فی التلخیص: وإسنادہ صالح وحسنہ الشوکانی بشواھدہ.

(۲) "الروح" للإمام ابن القیم الجوزیۃ.

قبر پر کھجور کی شاخ رکھنا بھی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ دو قبروں کے پاس سے گذرے، تو فرمایا کہ یہ دونوں قبر والے عذاب دیے جارہے ہیں اور کسی بڑے معاملے میں ان پر عذاب نہیں ہورہا ہے۔ ان میں سے ایک چغلی کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا، پھر آپ نے تر و تازہ کھجور کی ایک ٹہنی لی اور اسے توڑ دیا اس کے بعد دونوں قبر کے سرہانے ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا، پھر فرمایا: امید ہے کہ ان دونوں قبر والوں سے تخفیف عذاب کی جائے، جب تک یہ خشک نہ ہوں۔ اس حدیث کی تخریج شیخین نے اپنی صحیحین میں حدیث ابن عباس سے کی ہے۔ (۱)

امام مسلم کے پاس حضرت جابر کی روایت سے دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ حدیث آئی ہے جس میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اے جابر! کیا تم نے میری جگہ دیکھی؟ میں (حضرت جابر) نے کہا: ہاں، یارسول اللہ! فرمایا: تو ان دونوں درختوں کے پاس جاؤ اور دونوں میں سے ہر ایک سے ایک ایک ٹہنی کاٹو اور انھیں لے کر آگے آؤ (تو میں گیا اور حضور کے ارشاد کے مطابق دو شاخیں کاٹ کر حضور کے کھڑے ہونے کی جگہ لایا اور ایک شاخ اپنے دائیں ڈال دیا اور دوسری بائیں۔ اور حضور کے پاس آکر اس کی وجہ دریافت کی) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو ایسے قبروں کے پاس میرا گزر ہوا جن پر عذاب ہورہا تھا تو میں نے چاہا کہ میری شفاعت سے ان سے عذاب اٹھ جائے جب تک یہ دونوں ٹہنیاں تر و تازہ رہیں۔ (۲)

ابن ابی شیبہ نے بھی ابو بکرۃ سے ان لفظوں کے ساتھ اس کی راویت کی ہے ابو بکرہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا تو آپ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ آپ نے فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہورہا ہے، کون میرے پاس کھجوروں کی شاخ لائے گا؟ میں نے اور ایک شخص نے سبقت کی تو ہم اسے لائے، آپ نے فرمایا: اس کے سرے سے اس کو چیر کر ایک ٹکڑے کو اس (قبر) اور ایک کو اس (قبر) پر گاڑ دو۔ پھر فرمایا: امید ہے کہ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کی جائے جب تک ان میں کچھ تری باقی رہے ان دونوں قبر والوں پر عذاب ہورہا تھا ایک پر غیبت کی وجہ سے اور ایک پر پیشاب کی وجہ سے۔ (۳)

(۱) صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الإبراء منه.
(۲) صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق، باب حدیث جابر الطويل.
(۳) مصنف: ابن ابی شیبه، کتاب الجنائز، باب فيما يخفف به عذاب القبر.

ابن ابی شیبہ نے اس باب میں حضرت ابوہریرہ ابن عباس اور یعلی بن شبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعدّد احادیث ذکر کی ہیں۔

قرطبی نے "التذکرۃ" میں حدیث ابن عباس پر جس کی حضرات شیخین نے اپنی اپنی صحیح میں تخریج کی ہے اور حدیث ابی بکرۃ پر جس کی ابن ابی شیبہ وغیرہ نے تخریج کی ہے اور حدیث جابر پر جس کی امام مسلم نے اپنی کتاب کے اخیر میں تخریج کی ہے، تعلیقاً فرمایا ہے: کہ وہ جو میرے لیے ظاہر ہو رہا ہے، یہ ہے کہ وہ دونوں مختلف واقعے ہیں ایک واقعہ نہیں ہے جیسا کہ اس پر کلام کرنے والے شخص نے کہا ہے اور سیاق حدیث اس پر دلالت کرتا ہے؛ کیوں کہ حدیث جابر میں شاخ کی نرمی کے ساتھ شفاعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بھی ذکر ہے اور حدیث ابن عباس اس پر دلالت کرتی ہے کہ تخفیف صرف نصف نصف شاخ سے ہی ہے جب تک کے تر رہے اس کے ساتھ کچھ اور اضافہ نہیں ہے۔ اور حدیث ابی بکرۃ اور ابن عباس میں ہے کہ کھجور کی شاخ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے چاک کیا تھا اور اپنے ہی دست مبارک سے انھیں گاڑا تھا، اور حضرت جابر کی حدیث ان دونوں حدیثوں کے برخلاف ہے، اس میں سبب عذاب کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے الفتح میں کہا کہ رہی حضرت جابر کی طویل حدیث جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے دو شاخیں کاٹیں تو وہ اس کے علاوہ دوسرے واقعہ میں ہے اور دونوں کے درمیان چند وجوہ سے مغایرت ہے۔

(۱) یہ مدینہ کا واقعہ ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت تھی اور حضرت جابر کا واقعہ سفر کا ہے جس میں آپ اپنی حاجت کے لیے نکلے تو آپ کے پیچھے صرف جابر گئے۔

(۲) اس واقعہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود ہی ٹہنی کو چاک کر کے آدھا آدھا گاڑ دیا اور حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ آپ نے حضرت جابر کو ان دو درختوں سے دو ٹہنیاں کاٹنے کا حکم فرمایا، جن سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قضاے حاجت کے وقت پردہ کیا تھا۔ پھر جابر کو حکم دیا تو انہوں نے دونوں ٹہنیوں کو دائیں بائیں ڈال دیا، جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور حضرت جابر نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھا بھی تو آپ نے فرمایا: میں دو ایسی قبروں کے پاس سے گذرا جن پر عذاب ہو رہا تھا اور واقعہ جابر میں سبب عذاب بھی ذکر نہیں کیا گیا ہے نہ ہی لفظ ترجی (لعلہ) کو

ذکر کیا گیا، تو حدیث ابن عباس اور حدیث جابر کے درمیان تغائر واضح ہوگیا اور یہ ظاہر ہوگیا کہ یہ دونوں دو الگ الگ واقعے ہیں اور اس کا متعدّد ہونا بعید نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گذرے تو ٹھہر کر وہاں فرمایا: دو کھجور کی ٹہنی لے آؤ، تو ایک آپ نے اس کے سرہانے اور ایک اس کے پاؤں کے پاس رکھ دی۔[1]

تو یہ مذکورہ دو واقعوں سے الگ ایک تیسرا واقعہ ہوگا اور ابو رافع کی حدیث اس کی تائید کر رہی ہے کہ ایک قبر کے اندر کچھ سنا۔ اس حدیث میں ہے کہ ایک ٹہنی کو توڑ کر دو کر دیا آدھی اس کے سر کے پاس اور آدھی اس کے پاؤں کے پاس رکھ دیا، اور ایک قبر کے واقعے میں ہے کہ آدھی شاخ اس کے سر کے پاس اور آدھی اس کے پاؤں کے پاس رکھ دی اور دو قبر والے واقعے میں ہے کہ ہر قبر کے پاس ایک ایک شاخ رکھی۔[2]

علما کی تعلیقات مؤید ہوتی ہیں

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کے کتاب الجنائز میں تعلیقاً حضرت بریدہ بن الحصیب سے روایت کی ہے کہ انھوں نے وصیت کی کہ ان کے قبر پر دو ٹہنی رکھی جائے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا: احتمال ہے کہ بریدہ نے حکم دیا ہو کہ انھیں قبر کے اوپر گاڑ دو، دو قبروں پر دو ٹہنیوں کے رکھنے کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ داخل قبر رکھنے کا حکم کیا ہو، اس لیے کہ کھجور کی شاخ میں برکت ہے باری تعالیٰ کے قول "کشجرة طيبة" کی وجہ سے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ پہلا زیادہ ظاہر ہے، اور آخر باب میں مصنف کے حدیث قبرین لانے سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: گویا کہ بریدہ نے حدیث کو اس کے عموم پر محمول فرمایا اور ان دونوں شخصوں کے ساتھ اسے مخصوص نہیں جانا۔ حافظ ابن حجر نے یہ بھی کہا: روایت بریدہ اس کی

(۱) الفتح.
(۲) الفتح.

مشروعیت پر دلالت کرتی ہے اور امام بخاری کے تصرف سے شاخ رکھنے کا جواز راجح معلوم ہوتا ہے۔ مگر بعض نے یہ کہا کہ ان کے نزدیک یہ دوسرے لوگوں کے لیے جائز نہیں بلکہ انھیں دونوں اصحاب قبور کے لیے خاص ہے اور اس کی علت یہ بتائی کہ امام بخاری نے اس کے بعد یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کی قبر پر اون کا خیمہ لگا ہوا دیکھا تو غلام کو حکم دیا کہ اسے ہٹادو ان کا عمل اس پر سایہ فگن رہے گا۔

تو اس کا جواب دیا گیا کہ قبر پر خیمہ تاننے کے تعلق سے کوئی حدیث وارد نہیں کہ اس سے مردے کو فائدہ پہنچے۔ برخلاف شاخ رکھنے کے، کیوں کہ اس کی مشروعیت تو حضور کے عمل سے ثابت ہے۔

امیر صنعانی نے اپنی کتاب "العدہ" میں کہا: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں حضور کی پیروی کی اور حضور کی پیروی اسی بنیاد پر مکمل ہو سکتی ہے کہ حضور نے کسی کو شاخ رکھنے کا حکم فرمایا ہو نہ یہ کہ آپ نے اپنے دست اقدس سے خود رکھا ہو، یا اس بنیاد پر کہ اس عمل سے مطلق تخفیف عذاب میں حضور کے دست مبارک کی خصوصیت نہ ہو (بلکہ ہر ایک کو عام ہو) خفاجی نے "الریحانہ" میں کہا کہ اسی پر لوگوں کا آج تک عمل ہے۔

امام نووی نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تر و تازہ ٹہنی کو اختیار کرنا اور خشک ٹہنی کو چھوڑ دینا اس وجہ سے تھا کہ تر ٹہنیاں تسبیح پڑھتی ہیں جب تک تر رہتی ہیں اور خشک ٹہنی تسبیح نہیں پڑھتی اور یہی مذہب ہے اکثر مفسرین کا اللہ تعالیٰ کے قول "و ان من شیء الا یسبح بحمدہ" کے بارے میں۔ مفسرین نے فرمایا اس کا معنی ہر زندہ شئ ہے پھر فرمایا: ہر شی کی زندگی اس شئ کے اعتبار سے ہوتی ہے، تو لکڑی کی زندگی اس وقت تک ہے جب تک وہ سوکھی نہ ہو اور پتھر کی زندگی اس وقت تک ہے جب تک وہ ٹوٹا نہ ہو۔ پھر وہ لوگ اس سلسلے میں مختلف ہوئے کہ وہ شئ حقیقتاً تسبیح پڑھتی ہے یا اس میں صانع پر دلالت ہوتی ہے کہ اس کا اپنی زبان حال سے تسبیح پڑھنا مراد ہے۔ محققین نے فرمایا حقیقتاً تسبیح پڑھتی ہے۔ اللہ تعالی نے خبر دی ہے وَ اِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ (۱) یعنی کچھ پتھر اللہ کی خشیت سے گر جاتے ہیں اور امام نووی نے فرمایا: جبکہ عقل ان

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۷٤.

میں تمیز پیدا کرنے کو محال نہیں جانتی ہے اور نص آگئی تو اس کی طرف رجوع واجب ہو گیا اور اللہ بہتر جاننے والا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اسی حدیث کی وجہ سے علما نے قبر کے پاس قرآن کی قرأت کو مستحب جانا ہے کیوں کہ جب شاخ کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو تلاوت قرآن سے بدرجۂ اولیٰ امید ہوگی۔ اور اس کے مثل ابن دقیق العید کا قول، ان کی کتاب الاحکام میں اور شرح مشکوٰۃ میں طیبی کا قول مذکور ہے اور امام قرطبی نے "التذکرہ" میں فرمایا:

اس حدیث پاک سے شجر کاری اور قراءت مستفاد ہوتی ہے، تو جب درختوں سے تخفیف عذاب ہوتی ہے تو مرد مومن کی تلاوت قرآن کا کیا کہنا اور یہ بھی فرمایا: ہمارے بعض علما نے "قراءت قرآن علی القبر" پر اس تر و تازہ ٹہنی والی حدیث سے استدلال کیا ہے جسے نبی کریم ﷺ نے دو ٹکڑے کیا تھا۔

اعتراضات مردودہ

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ عمل نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور قبر پر ٹہنی رکھنے کی عدم مشروعیت پر چند امور سے استدلال کیا ہے، جن کو ہم ذکر کر کے رد کریں گے:

(۱) پہلی دلیل یہ ہے کہ خلفاے راشدین میں کسی سے یہ مشہور نہیں ہے اور جو حضرت بریدہ سے ثابت ہے وہ حجت نہیں ہے اس لیے کہ وہ اس میں منفرد ہیں۔

(۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ عمل امور غیبیہ سے ہے اور ٹہنی رکھنا اس حکم کو مستلزم ہے کہ قبر میں عذاب ہو رہا ہے۔

(۳) تیسری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تمام قبروں پر ایسا نہیں کیا بلکہ ایک مرتبہ کیا تو یہ دلالت کر رہا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ عمل ان دو قبروں کے ساتھ خاص ہے اور وہ عام طور پر مشروع نہیں ہے۔

جواب: پہلی دلیل کا جواب یہ کہ: جمہور علما کا یہ موقف ہے کہ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی اور یہاں اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ ابن عبد البر نے روزہ دار کے لیے بوسہ لینے کے بارے میں ام سلمہ کی حدیث میں مذکور حضور کے اس ارشاد پر کہ "تو اس عورت کو کیوں

نہیں بتایا کہ میں بوسہ لیتا ہوں؟"تعلیق فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے تمام افعال میں آپ کی پیروی کرنا بہتر ہے، مگر یہ رسول اللہ ﷺ بتا دیں کہ یہ انھیں کے لیے خاص ہے یا قرآن اسے بیان کر دے اور اگر ایسا نہ ہو تو کم از کم (آپ کے تمام اقوال میں) آپ کی اقتدا مندوب (مباح) ہوگی اور بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ آپ کے اوامر کی طرح آپ کے تمام افعال کی پیروی کرنا واجب ہے۔ اس بات کی دلیل کہ آپ کے تمام افعال میں آپ کی پیروی کرنا بہتر ہے، اللہ عزوجل کا یہ قول ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.[1]

یعنی تمھارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہتر نمونہ ہے۔

پس یہ حکم مطلق ہے۔ ہاں اگر کوئی دلیل کسی خاص امر کی خصوصیت پر دلالت کرے تو اس کا ماننا واجب ہے اور اگر ایسا نہیں تو اس حکم پر کسی صورت کے ساتھ خاص ہونے کا دعویٰ کرنا جائز نہیں ہوگا مگر دلیل اجماعی سے اور اس چیز میں جس کا آپ کے ساتھ خاص ہونا قرآن، یا صحیح حدیث یا اجماع میں ظاہر ہو کیوں کہ ہمیں تو ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کے ساتھ کوئی چیز خاص کی گئی ہو اور آپ نے اپنی امت کو اس سے آگاہ نہ کیا ہو جب کہ امت کو آپ کی پیروی کرنے کا حکم ہے۔ یہ ایسی بات ہے جس کا کوئی عقل مند مسلمان اپنے نبی کے بارے گمان نہیں کر سکتا ہے۔ اھ باختصار۔

دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ: بہت سے ایسے کام ہیں جو خلفاے راشدین سے مشہور نہیں ہیں اور ان کے بعد لوگوں نے ان کاموں کو کیا ہے۔ جیسے: ایک ہی شہر میں متعدّد جمعہ کا قیام اور بیابان وغیرہ میں عیدین کی نماز پڑھنا۔ پھر خلفاے راشدین کا اس کام کو نہ کرنا اس کے عدم جواز کی دلیل اس وقت ہوتا جب کہ انھوں نے منع کیا ہوتا اور یہاں جس طرح ان کا کرنا ثابت نہیں ہے اسی طرح ان کا نہ کرنا بھی ثابت نہیں ہے اسی طرح منع کرنا بھی ثابت نہیں اسی طرح حضور کے ساتھ اس کا خاص ہونا بھی ثابت نہیں۔

اور بعض کا یہ قول کرنا کہ حضرت بریدہ اس حدیث میں منفرد ہیں، بالکل غلط ہے۔ بلکہ ان

(۱) سورۃ الاحزاب، آیت: ۲۱.

کے علاوہ سے بھی یہ حکم ثابت ہے۔ چنانچہ حافظ سیوطی نے فرمایا: ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حماد بن سلمہ کی حدیث بروایت قتادہ روایت کی ہے کہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان فرمارہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے اور اس قبر والے کو عذاب ہو رہا تھا، تو آپ نے کھجور کی ایک شاخ لی اور قبر پر گاڑ کر فرمایا: امید ہے کہ جب تک یہ تر رہے گی اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ابو برزہ نے وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو تم لوگ میری قبر میں دو شاخیں رکھ دینا۔ الحدیث۔ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت برزہ نے بھی حضور کے عمل سے یہی سمجھا کہ قبر پر شاخ رکھنا مشروع و جائز ہے اور حضرت بریدہ اس میں منفرد نہیں ہیں۔

اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ یہ امور غیبیہ میں سے ہے اور شاخ رکھنے کا مطلب اس بات کا حکم لگادینا ہے کہ وہ میت عذاب میں ہے، تو ان کا ایسا کہنا بھی ان کے مقصود کے لیے مفید نہیں ہے۔ چنانچہ جب قاضی عیاض نے بھی یہی کہا کہ چونکہ حضور نے شاخ گاڑنے کی علت صاحب قبر پر عذاب ہونا بتایا ہے جو غیب کی بات ہے جس سے ہم واقف نہیں اس لیے جائز نہیں۔ تو حافظ ابن حجر نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر ہم یہ نہ جان سکیں کہ میت پر عذاب ہو رہا ہے یا نہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اس کے لیے ایسا کام بھی نہ کریں کہ اگر وہ واقع میں عذاب سے دوچار ہو تو اس کام سے عذاب میں تخفیف ہوسکے جیسے کہ ہم نہیں جانتے کہ مردے پر رحم کیا جارہا ہے یا نہیں، پھر اس کے لیے رحم کی دعا کرنا ممنوع نہیں ہے۔

بعض لوگوں کا اس کی عدم مشروعیت پر استدلال واحتجاج اس سے کرنا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام قبروں پر ایسا نہیں کیا ہے، تو یہ دلیل بھی مردود و قابل تعاقب ہے۔

وہ اس طور پر کہ ایسی ہر میت کی قبر پر حضور کا نماز جنازہ پڑھنا ثابت نہیں جس کی پہلے نہ پڑھ سکے تھے اس کے باوجود جمہور اس کے قائل ہیں کہ اگر کسی کی نماز جنازہ چھوٹ گئی ہو تو بعد دفن اس کے لیے جائز ہے۔ اور یہ سب مسائل تو اصول کی مباحث سے ہیں، اس کے علاوہ ثقات نے شاخ رکھنے کے متعدّد واقعات ہونے کا قول کیا ہے۔ کئی مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے ثابت ہونے کو صحیح قرار دیا ہے، تو اب کوئی حجت نہیں رہ جاتی اس کے سلسلے میں جس کو انہوں نے حجت بناکر پیش کیا ہے۔

تعزیت اہلِ میت کے سلسلے میں ایک نزاعی مسئلہ کی حقیقت

جن مسائل میں لوگوں کے ایسے اختلافات اور جھگڑے ہوتے ہیں کہ ترک تعلق تک پہنچ جاتے ہیں ان کے سبب لوگوں پر بدعت وگمراہی کا حکم لگانے لگتے ہیں ان میں ایک میت کے اہل خانہ کا ایک مجلس میں اس لیے بیٹھنا اور جمع ہونا تاکہ اپنے متوفی کی وفات کے سلسلے میں تعزیت پیش کرنے والوں سے ملاقات کریں اور یہ طریقہ رائج ہے کہ اہل میت ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں جسے ''صف العزاء'' کہتے ہیں، اوراس میں تعزیت کرنے والوں کے لیے آسانی اور وقت کی بچت ہے ورنہ اہل میت کو تلاشتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ چکر لگانا دشوار ہوتا ہے اور اس رواج میں مصیبت کے اول وقت میں اہل میت کی دل جوئی اور غم و وحشت میں ان کی غم خواری کرنا ہے۔

اور یہ تو ایک فرعی مسئلہ بھی ہے جو اس طرح کے انکار اور شدید حملے کا باعث نہیں اور نہ جھگڑے اور قطع تعلق کا متقاضی ہے جو اس مسئلے کے سبب واقع ہوتے ہیں اس کے جواز اور مشروعیت کے سلسلے میں اصل وہ روایت ہے جسے امام بخاری نے کتاب الجنائز، باب من جلس عند المصیبة میں اور ابوداؤد نے اپنی سنن کے کتاب الجنائز باب الجلوس عند المصیبة کے تحت اور ایک نسخہ میں ''باب من جلس فی المسجد وقت التعزیة'' کے تحت درج کیا ہے اور وہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے۔ فرماتی ہیں کہ: جب زید بن حارثہ، جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہم شہید ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما ہوئے اس حال میں کہ آپ پر حزن وملال (کے آثار) معلوم ہورہے تھے۔ [1]

تو آپ دیکھیں کہ امام بخاری اور امام ابوداؤد دونوں اماموں نے باب کا عنوان ایسے الفاظ سے باندھا جو وقت تعزیت بیٹھنے کے سلسلے میں واضح ہیں۔اسی وجہ سے حافظ ابن حجر نے ''الفتح'' میں فرمایا: اور اس حدیث پاک کے فوائد میں سکون و وقار کے ساتھ تعزیت کے لیے بیٹھنے کا جواز بھی ہے۔

پھر یہ کہ اہل میت کی تعزیت مقصد شرعی ہے اور ان کا ایک گھر میں جمع ہونا اس مقصد

(۱) رواہ البیہقی فی سنن الکبریٰ، باب من تعزیة المیت رجاء الاجر فی تعزیتھم.

کے حصول کا آسان ذریعہ ہے اور قاعدہ یہ کہ فقہا کے نزدیک وسائل اپنے احکام میں مقاصد کے تابع ہوتے ہیں لہذا حرام کا وسیلہ حرام ہوگا اور واجب کا وسیلہ واجب ہوگا ایسے ہی بقیہ احکام شرعیہ کا معاملہ ہے۔

رہی بات "جلوس للعزاء" (تعزیت کے لئے بیٹھنا) کے بدعت ہونے کی، تو میں نہیں جانتا کہ اہل علم میں سے کسی نے اس بات کی صراحت کی ہو، اور یہ جلوس کیسے بدعت ہو سکتا ہے؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے خود جلوس فرمایا ہے بلکہ بدعت کی وہ تعریف اس پر صادق ہی نہیں آرہی ہے جو امام شاطبی نے "الاعتصام" میں فرمائی ہے: کہ بدعت دین میں وہ نیا طریقہ ہے جو شریعت کے مشابہ ہو جس پر چلنے سے وہ ثواب مقصود ہو جو شرعی طریقہ پر چلنے سے مقصود ہوتا ہے۔ (الاعتصام)

ہاں یہ تعریف ایک دوسرے معنی پر صادق آرہی ہے، علما نے جس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اہل میت کھانا تیار کریں اور لوگوں کو اس کھانے پر جمع کریں اور یہ فعل بدعت اس وجہ سے ہے کہ سنت کے خلاف ہے کیوں کہ سنت تو یہ ہے کہ لوگ اہل میت کا کھانا تیار کریں لہذا جو اس سنت کو ترک کر کے اس کے علاوہ نیا طریقہ پیدا کرے تو وہ مبتدع ہے چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فعل کو ایسی بدعت قرار دیا ہے جو غیر مستحب اور ناپسندیدہ ہے (الاذکار) اور شیخ عبدالرحمن بن قاسم نے ابن تیمیہ سے جو نقل کیا ہے وہ یہ کہ اہل مصیبت کا لوگوں کو اپنے کھانے پر جمع کرنا تاکہ وہ تلاوت کریں اور اس کا ثواب اسے نذر کریں یہ سلف کے نزدیک معروف و مشہور نہیں ہے اور علما کے ایک گروہ نے اسے بغیر کسی وجہ کے ناپسند جانا ہے۔

کاش! منکرین جو لوگوں سے ان مسائل میں الجھتے ہیں وہ تنقید تردید کرتے ہیں ابن تیمیہ کے مسلک و منہج پر، کیوں کہ ابن تیمیہ نے تو اس پر صرف اتنا کہا کہ ہ طریقہ سلف کے یہاں معروف نہیں ہے اور ایک جماعت نے اسے مکروہ جانا ہے (تو ہر اس بات پر مکروہ کہنے سے بچ جاتے جو بدعت نہیں۔ مترجم) کتنی نرمی ہے اس جملے میں اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں کتنا بہترین اسلوب ہے۔

کتنا فرق ہے اس انداز میں اور اس طریقے میں جو ہم منکرین کی طرف سے سنتے ہیں یعنی سخت جملے، بھونڈے الفاظ اور نفرت انگیز اسلوب میں زبردست انکار، اپنے اہل و اقارب سے قطع

تعلق اوران کے مصیبت وغم میں شریک نہ ہونااس دعوے کے ساتھ کہ اس میں سنت کی مخالفت اور اللہ ورسول سے جنگ ہے، اور اس جگہ حاضر ہونا اہل بدعت وگمراہی کو بڑھاوا دینا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کون متفق علیہ گمراہی میں واقع ہوا؟ اورکس متفق علیہ فعل منکر کا مرتکب ہوا؟ شرعی تعزیت کے لیے میت کے گھر میں جمع ہونے والے گمراہ ہیں ؟ یا جو خویش واقارب سے قطع تعلق کرتے ہیں؟ انھیں بدعت وگمراہی سے متہم کر کے مصیبتوں میں ان کی تعزیت وغم خواری ترک کرتے ہیں؟ جس کے سبب ایک بڑے اجر سے محروم رہ جاتے ہیں وہ گمراہ ہیں قرآن میں ارشاد ہے۔

لہذا جو شخص تعزیت کے لیے بیٹھے اس پر کوئی حرج نہیں ۔ ان شاء اللہ۔ جب کہ ان منہیات سے بچے جو بعض شہروں میں جہالت اور لاپرواہی سے وقوع پذیر ہوتی ہیں، اور جو جلوس تعزیت ترک کردے اس پر انکار بھی نہ کیا جائے، کیوں کہ یہ ان اختلافی مسائل میں سے ہے جن کے لیے ایمان رکھنے والے کشادہ رہتے ہیں تنگ نہیں ہوتے۔

اور اس لیے بھی کہ اس قسم کے مسئلے میں انکار ورد اختیار کرنا سلف صالحین کے طریقے کے خلاف ہے، اور یہ وہ نئی چیز ہے جسے بعد کے زمانے میں لوگوں نے پیدا کردی ہے، لہذا طالبان علم پر یہ لازم ہے کہ اپنے معاشرے سے اس قسم کے انکار ورد کو نکال باہر کریں۔ اور اختلافی مسائل میں لوگوں کو عدم انکار کی طرف واپس لائیں جو سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے۔ والحمدللہ رب العالمین.

مرحومین کے لیے سورۂ فاتحہ ویٰسٓ کی تلاوت

بہت سارے ممالک اسلامیہ، خصوصاً حرمین شریفین میں یہ طریقہ رائج ہے کہ لوگ متعدّد موقعوں پر تلاوت قرآن پاک اور ذکر الٰہی کی مجلس میں جمع ہوتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی عظیم کتاب اور اس کے عمدہ ذکر کے ذریعے تقرب حاصل کریں اوراسے اپنی حاجتوں کے پورا ہونے، مصیبتوں کو دور کرنے کا وسیلہ بنائیں نیز قلوب کی اصلاح، گناہوں کی بخشش، مردوں پر رحمت، زندوں پر لطف ومہربانی اور مختلف مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنائیں۔

اور اس سلسلے میں سورہ فاتحہ، یٰس، سورہ ملک کی تلاوت، تہلیل، تکبیر، تسبیح اور حبیب اعظم

نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں درود وسلام پیش کرنے کا اہتمام بکثرت کیا جاتا ہے۔

سورتوں کی فضیلت اور اس کے بارے میں ایک شبہہ کا ازالہ

بعض لوگوں کے دل میں کبھی وہ خیال پیدا ہوتا ہے جس میں وہ معذور ہوتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں کہ یہ سورتیں اور آیتیں دوسری سورتوں اور آیتوں سے کیوں افضل ہیں؟ اور اس سوال کا کیا مطلب؟ پر امام سید محمد زکی ابراہیم اپنی کتاب "الاسکات فی برکات القرآن علی الاحیاء والاموات" میں تحریر کر چکے ہیں، انہوں نے فرمایا: بے شک پورا قرآن کلام اللہ ہے لہذا مصدر و منبع ذات اور مختلف مواقع کی مناسب نازل ہونے کی حیثیت سے بعض سورتوں اور آیتوں کو بعض دوسری پر کوئی فضیلت نہیں ہے لیکن نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک پر بعض کی فضیلتوں کا جو بیان آیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ باقی آیات اور سُوَر توں کی کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہاں؟ آیات وسُوَر کے خاص متعلقات واقع ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے ان میں موجود خیر وبرکت کی تصریح فرمادی۔ اور باقی کے ساتھ مناسب کا وقوع نہیں ہوا۔

اور اگر ان کے بھی ملابسات واقع ہوتے تو نبی اکرم ﷺ ان کی بھی فضیلتیں ہم پر ضرور منکشف فرمادیتے جو ہم نہیں جانتے ہیں۔ لہذا عظمت و فضیلت دونوں جگہ موجود ہے۔ لیکن ہم نے بعض کے بارے میں جان لیا اور بعض کے بارے میں نہیں جانا اس لیے کہ یہ فضیلت ایک راز ہے جس کا علم وحی یا صادق و معصوم نبی ﷺ کے بیان ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے، بعض علما نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ آیتوں اور سورتوں کی فضیلت و افضلیت بالذات نہیں ہے بلکہ ان کے اجر وثواب اور ان کے مواقع میں ان سے فائدہ اٹھانے میں فضیلت ہے۔

اور ایک جماعت نے کہا جس میں قرطبی، اسحٰق ابن راہویہ، ابوبکر بن عربی، حلیمی، ابن القصار وغیرہم حضرات ہیں:

افضل ہونا تو تمام اشیاے موجودہ کی طبیعت ہے، تو اس بارے میں کبھی کوئی عیب نہیں ہوگا کہ کوئی سورت یا آیت دوسری آیت یا سورت سے افضل ہو کسی سبب سے یا کسی دوسرے امر کی وجہ سے۔

ان لوگوں نے فرمایا: لہذا باری تعالی کا قول:

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ.[1] کا مدلول باری تعالیٰ کے قول: وَ مِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ.[2] کے مدلول کی طرح نہیں ہے۔ اور جو معانی آیت الکرسی" میں ہیں وہ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ [3] میں نہیں ہیں۔

تو ان حضرات کے نزدیک تفضیل معانی کے اعتبار سے ہے اگرچہ مصدر کی حیثیت سے برابر ہیں۔ اس سے کوئی چیز مانع نہیں کہ بعض آیات اور سورہ قرآنیہ کے لیے ان متعیّنہ فوائد کی خاص خصوصیات ہوں جن کی خبر شارع اعظم ﷺ نے دی ہے کیوں کہ اگر خاص مواقع میں ان کی کچھ خصوصیات ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسری آیات و سور سے افضل ہو گئیں۔ اسی وجہ سے علما اس باب میں کہتے ہیں: "المزية لا تقتضي الافضلية". یعنی خصوصیت افضلیت کا تقاضہ نہیں کرتی ہے۔

اس کی مثالیں بے شمار ہیں، سنت غراء کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کچھ وہ ہیں جو بعض آیتوں اور سورتوں کی خصوصیات کے بارے میں وارد ہیں کہ کوئی آیت و سورت دفع شر کے لیے ہے، کوئی حصول خیر کے لیے ہے، کوئی ادائیگی قرض کے لیے، کوئی ازالہ غم و مصیبت کے لیے، کوئی عام بیماریوں سے شفا کے لیے، کوئی خاص بیماریوں سے شفا کے لیے ہے جیسے مرگی، بخار، حسد، وسواس شیطان وغیرہ اور کچھ وہ ہیں جن کے بارے میں آیا ہے کہ مردوں پر پڑھی جائیں یہی ہمارا موضوع ہے اور کچھ محتاجی و فاقہ دور کرنے کے لیے ہیں۔

اور پورا قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس کا فضل و اجر بہت بڑا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

سورہ فاتحہ کی فضیلت

حضرت ابو سعید بن معلی سے مروی ہے، فرمایا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے پکارا میں نے انھیں جواب نہیں دیا، (نماز کے بعد) میں نے عذر پیش کرتے ہوئے کہا:

---

(۱) الحدید، آیت: ۳،
(۲) الانعام، آیت: ۱٤۳.
(۳) سورۂ لھب، آیت: ۱.

یارسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالی کا یہ فرمان نہیں ہے " اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ " اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمھیں اس چیز کے لئے بلائیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمھیں مسجد سے نکلنے سے پہلے قرآن کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت نہ بتادوں؟ پھر میرا ہاتھ پکڑا تو جب ہم نکلنے لگے تو میں نے کہا: یارسول اللہ آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں قرآن کی عظیم تر سورت نہ بتادوں؟ آپ نے فرمایا: وہ سورہ فاتحہ ہے جو بار بار پڑھی جانے والی سات آیات کا مجموعہ اور (قرآن عظیم) ہے جو مجھے عطا کیا گیا ہے۔ (۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرمایا: ہم اپنے ایک سفر میں تھے جب ٹھہراؤ کیا تو ایک باندی آئی اور بولی: ہمارے قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور ہمارے افراد موجود نہیں ہیں تو کیا آپ لوگوں میں کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے؟ تو ہم میں کا ایک اس باندی کے ساتھ چلا گیا جس کو ہم جھاڑ پھونک سے متہم نہیں کرتے تھے (کیوں کہ ہم جانتے ہی نہیں تھے کہ وہ ایسا کرتا ہے) پس اس نے اس سردار کو پھونکا اور وہ شفایاب ہو گیا تو اسے تیس بکریاں دینے کا حکم دیا اور ہمیں دودھ پلایا جب وہ لوٹا تو ہم نے اس سے کہا: کیا تم اچھی طرح جھاڑ پھونک کر لیتے ہو؟ یا جھاڑ پھونک کرتے تھے؟ تو اس نے کہا: میں نے تو صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے۔ ہم نے کہا اب کوئی نیا کام نہیں ہونا چاہیے جب تک ہم حضور کی بارگاہ میں حاضر نہ ہوں یا آپ سے دریافت نہ کرلیں، جب ہم مدینہ آئے اور حضور سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: تمھیں کیا معلوم کہ وہ جھاڑ پھونک ہے (ان بکریوں کو) تقسیم کرلو اور ایک حصہ میرا بھی لگاؤ۔ (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: "جس نے نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن (سورہ فاتحہ) نہیں پڑھی تو وہ ناقص نماز ہے" اور یہ تین مرتبہ فرمایا۔ تو ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوں تو؟ فرمایا: اپنے دل میں اسے پڑھ لو اس لیے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

(۱) رواه البخاري: كتاب فضائل القرآن، باب فاتحة الكتاب.

(۲) رواه البخاري كتاب فضائل القرآن، باب فاتحة الكتاب

میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے، اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے، تو جب بندہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱، تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد بیان کی، جب کہتا ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ رب فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری ثناکی، جب بندہ کہتا ہے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳، تو رب کہتا ہے میرے بندے نے میری تمجید کی، اور آقا ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ رب فرماتا ہے کہ میرے بندے نے اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیا، جب بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴، تو رب فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان نصف نصف ہے اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو مانگے، جب بندہ کہتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷ رب فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لیے اور اس کے لیے وہ ہے جو وہ طلب کرے۔ حضرت سفیان نے کہا: ہم سے حدیث بیان کی علاء بن عبدالرحمن بن یعقوب نے میں ان کے پاس گیا تھا جبکہ وہ اپنے گھر میں مریض تھے تو میں نے مذکورہ حدیث کے بارے میں سوال کیا تھا۔[1]

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ سے "و لقد اٰتینك سبعا من المثانی" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ام الکتاب ہے، (یعنی سبع مثانی، ام الکتاب، ہے)۔[2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب فاتحۃ الکتاب مدینہ میں نازل ہوئی تو ابلیس زور سے رویا۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ام القرآن اور قل هو الله احد کی تلاوت کی گویا اس نے ثلث قرآن کی تلاوت کی۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ یہ سبع مثانی ہے اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا کیا گیا۔

---

(۱) رواہ مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قرأت الفاتحۃ فی کل رکعۃ الخ عن ابی ھریرۃ.
(۲) قال الھیثمی: رواہ الطبرانی.
(۳) قال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الاوسط.

اور آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس (سورہ فاتحہ) کے مثل نہ توریت میں نازل ہوا، نہ انجیل میں، نہ زبور میں اور نہ فرقان میں۔ (۱)

حضرت عبدالملک بن عمیر سے مروی ہے آپ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: فاتحۃ الکتاب تمام بیماریوں کے لیے شفا ہے۔ (۲)

حضرت ابن عباس سے مروی ہے فرمایا کہ جبرئیل نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اپنے اوپر سے ایک آواز سنی تو اپنا سر اٹھایا اور فرمایا یہ آسمان کا دروازہ ہے جسے آج کھولا گیا آج کے علاوہ کبھی نہیں کھولا گیا، اس سے ایک فرشتہ اترا تو جبرئیل نے فرمایا یہ فرشتہ جو زمین پر اترا اس سے پہلے کبھی نہیں اترا پھر اس فرشتے نے سلام پیش کیا اور کہا کہ آپ کو خوش خبری ہو دو ایسے نوروں کی، جو صرف آپ کو دیا گیا اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیا گیا، ایک فاتحۃ الکتاب ہے اور دوسرے خواتیم سورۂ بقر کی آخری آیات ہیں۔ (۳)

آپ اس کا جو بھی حرف پڑھیں گے دیا جائے گا (یعنی وہ جملہ جس قسم کے سوال پر مشتمل ہوگا وہ آپ کو دیا جائے گا اگر سوال پر مشتمل نہ ہو بلکہ حمد و ثنا پر مشتمل ہو تو اس کا ثواب دیا جائے گا)

فائدہ

امام عبدالرحمن بن محمد المشهور کی بغیۃ المسترشدین میں ہے: ایک شخص ایک قبرستان کے پاس سے گزرا تو سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب تمام اہل قبرستان کو نذر کر دیا تو کیا اس کا ثواب سب پر تقسیم ہو جائے گا۔ یا ہر ایک کو پورا پورا پہنچے گا؟

تو شیخ ابن حجر نے اس کا جواب دیا: جمہور علماے نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب ملے گا اور یہی اللہ کے وسیع رحمت کے لائق بھی ہے۔ پھر فرمایا: سید عبداللہ بن حسین فقیہ

(۱) رواه الترمذی عن ابی هریرة مطولا فی کتاب فضائل القرآن باب ما جاء فی فضل فاتحة الکتاب.

(۲) رواه الدارمی فی کتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحة الکتاب.

(۳) رواه مسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرها، باب فضل الفاتحة و خواتیم سورة البقرة.

کے فتاوی سے نقل کیا گیا ہے: کسی شخص کے لیے فاتحہ پڑھنے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ ایصال ثواب کے لیے اس طرح کہے: اس کا ثواب فلاں ابن فلاں کی روح کو پہنچے جیسا کہ اسی پر عمل ہے۔ اس لیے کہ روحیں باقی رہتی ہیں، اور اجسام فنا ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ عالم برزخ کی راحت و تکلیف میں بعض مشارکت ان کی بھی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ روح ہی اصل ہے۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ معرفت، توحید کی حقیقت اور تمام باطنی عبادات و طاعات روح ہی سے پیدا ہوتی ہیں تو روح ہی افضل و اکمل تر ثواب کی مستحق ہے۔

سورۂ یٰس کی فضیلت

* حضرت معقل بن یسار سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورۂ بقرہ قرآن کریم کی عظیم اور بلند رتبہ سورت ہے، اس کی ہر آیت کے ساتھ اسّی فرشتے ہوتے ہیں اور آیت کریمہ: " لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لْحَيُّ الْقَيُّوْمُ "عرش کے نیچے سے حاصل کی گئی، یہی وجہ ہے کہ یہ آیت سورۂ بقرہ سے متّصل ہو گئی ہے، اور یٰس قرآن کا قلب ہے، جو شخص بھی دار آخرت اور رب تبارک وتعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے اسے پڑھے گا اس کی بخشش ہو جائے گی۔ اسے اپنے مُردوں پر پڑھو"۔ (رواہ احمد) * حضرت معقل ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اِقْرَءُوْا یٰس عَلٰی مَوْتَاکُمْ" اپنے مُردوں پر یٰس کی تلاوت کرو۔[1]

* انھیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "سورۃ یٰس اقرءوھا علیٰ موتاکم" اپنے مُردوں پر یٰس پڑھو۔[2]

* حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا" ہر شئ کے لیے قلب ہے، اور قرآن کا قلب یٰس ہے، اور جس نے بھی یٰس کی تلاوت کی، اللہ عزوجل اس کے ایک بار پڑھنے کے بدلے دس بار قرآن عظیم پڑھنے کے برابر ثواب لکھ دے گا۔[3]

---

(۱) رواہ ابو داؤد فی کتاب الجنائز، باب قرأت عند القبر

(۲) رواہ الحاکم فی کتاب فضائل القرآن، باب ذکر سور و آی متفرقۃ.

(۳) رواہ الترمذی فی السنن کتاب فضائل القرآن باب ما جاء فی فضل یٰس.

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جورات میں اللہ تعالیٰ کی رضااور خوشنودی کی خاطر یٰس کی تلاوت کرے اس کو بخش دیا جاے گا۔ (۱)

سورۂ ملک کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ایک صحابیِ رسول نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگایا جب کہ انھیں اس کے قبر ہونے کا گمان نہ تھا تو ناگاہ اس میں ایک انسان " تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ "کی تلاوت کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اسے ختم کر لیا وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوے اور عرض گذار ہوئے یارسول اللہ! میں نے ایک قبر پر اپنا خیمہ لگادیا اور مجھے اس کے قبر ہونے کا گمان نہ تھا۔ لیکن وہاں ایک انسان "سورۂ ملک "کی تلاوت کر رہا تھا یہاں تک اس نے پوری سورت کی تلاوت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ سورت عذاب قبر سے نجات دینے والی ہے، اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھے گی"۔ (۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ آدمی کو قبر میں لایا جاے گا۔ تو اس کے پاؤں کی طرف سے لایا جائے گا یعنی عذاب کے فرشتے اس کے پاؤں کی طرف سے آئیں گے اس کے پاؤں کہیں گے تمھیں میری طرف سے کوئی راہ نہیں کیوں کہ میرے سہارے یہ "سورۂ ملک" پڑھا کرتا تھا۔ پھر عذاب کا فرشتہ اس کے سینے یا پیٹ کے طرف سے آے گا وہ کہے گا تمھیں میری طرف سے کوئی راہ نہیں۔ کیوں کہ میرے سہارے یہ "سورہ ملک" پڑھا کرتا تھا پھر عذاب کا فرشتہ اس کے سر کی طرف سے آئے گا وہ کہے گا: تمھیں میری طرف سے کوئی راہ نہیں کیوں کہ وہ میرے سہارے سورہ ملک پڑھا کرتا تھا لہذا یہ سورت عذاب قبر سے محفوظ رکھتی ہے۔ توریت میں بھی یہ سورت ہے جس نے رات میں سورۂ ملک کی تلاوت کی اس نے بہت زیادہ کار خیر کیا۔ (۳)

---

(۱) رواه ابن حبان في فضل قيام الليل .
(۲) رواه الترمذي و قال حديث حسن غريب من هذا الوجه في كتاب فضائل القرآن ، باب ما جاء في فضل سورة الملك .
(۳) رواه الحاكم في المستدرك.

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری خواہش ہے کہ میری امت کے ہر شخص کے دل میں وہ سورہ یعنی تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْكُ ہو۔ (1)

لا الہ الّا اللہ کی فضیلت

کشادگی کا سب سے پہلا دروازہ " لا الہ الا اللہ " ہے یہ پرہیز گاری کا کلمہ ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ اخلاص کا کلمہ، حق کی گواہی، حق کی دعوت، شک سے چھٹکارا، اور اس معاملہ سے نجات دینے والا ہے، اسی کے لیے مخلوق کی تخلیق ہوئی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝" (2)

اور اسی کے لیے رسولوں کو بھیجا گیا، اور کتابیں نازل ہوئیں۔ ارشاد پاک ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ (3)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ (4)

اور اس طرح کی دوسری آیتیں بھی ہیں ابن عینہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو نعمتیں عطا فرمائیں ان میں سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ انھیں "لا الہ الا اللہ" کی معرفت عطا کیا اور "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ" اہل جنت کے لیے ایسے ہی ہے جیسے اہل دنیا کے لیے ٹھنڈا پانی۔ اس پر ثواب و عقاب کا مدار رکھا گیا، اسی کی وجہ سے مرسلین عظام نے جہاد کا حکم دیا۔ جو اس کا قائل ہوا (یعنی صدق دل سے اسے تسلیم کیا) اس کا مال اور خون محفوظ ہو گیا۔ اور جو اس کا منکر ہوا اس کا مال اور خون برباد ہوا، یہ جنت کی کنجی ہے رسولوں کی دعوت کی کنجی ہے، اور اسی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے روبرو کلام فرمایا۔

---

(۱) ہیثمی نے کہا: اس کے رجال میں ابراہیم بن حکم بن ابان ہے جو کہ ضعیف ہے۔
(۲) الذاریات آیت ٥٦.
(۳) سورة الأنبياء، آیت: ٢٥.
(۴) سورة النحل، آیت: ٢.

مسند بزّار میں حضرت عیاض انصاری سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لا الہ الا اللہ" شرافت و بزرگی والا کلمہ ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا بڑا مرتبہ ہے، یہی وہ کلمہ ہے جسے صدق دل سے کوئی کہے تو اللہ تعالی اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جو صدق دل سے اسے تسلیم نہ کرے اس کا خون اور مال مباح کر دیتا ہے۔ بروز قیامت جب اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو وہ اس سے سخت حساب لے گا۔ اور یہ جنت کی کنجی ہے۔

حسن نے فرمایا: چند ضعیف وجوہ سے یہ مرفوعاً بھی آئی ہے (اس میں یہ ہے) جس کا آخری کلام یہ ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو گا۔ اور یہ کلمہ دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے، یہ مغفرت کا سبب ہے، سب سے بہتر نیکی ہے، گناہوں اور خطاؤں کو مٹاتا ہے، دل میں ایمان کی بالیدگی پیدا کرتا ہے، توازن برقرار رکھتا ہے، پردوں کو چاک کرتا ہے، افضل ترین کلمہ ہے، جسے نبیوں نے کہا، سب سے بہترین عمل ہے، دوگنا ثواب کا حامل ہے، اس کے پڑھنے سے غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ شیطانی مکر سے بچنے کی ڈھال ہے۔ یہی وحشت قبر سے محفوظ و مامون رکھنے والا ہے اس سے مومنوں کی شناخت ہوگی جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے وصیت فرمائیں، آپ نے فرمایا: جب کوئی برا عمل کرو تو اس کے بعد کوئی نیکی کر لو جو اسے مٹا دے گی۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا "لا الہ الا اللہ" نیکیوں میں سے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! وہ سب سے بہتر نیکی ہے۔ [2]

حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جنت کی کنجیاں اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ [3]

حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر چیز کے لیے کنجی ہے اور آسمانوں کی کنجی "لا الہ الا اللہ" کہنا ہے۔ [4]

---

(۱) ابواب الفرج للشیخ محمد بن علوی المالکی.
(۲) رواہ احمد.
(۳) رواہ احمد فی مسندہ.
(۴) اوردہ الھیثمی فی المجمع کتاب الاذکار باب ما جاء فی فضل لا الہ الا اللہ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا قیامت کے دن آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ بہرہ مند ہونے والا کون ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا! اے ابو ہریرہ! میں نے یہ سمجھا کہ اس حدیث کے بارے میں مجھ سے کوئی ایسا شخص نہیں پوچھے گا جو تم سے بہتر ہو کیوں کہ مجھے معلوم ہے کہ تمھیں حدیث جاننے کا بڑا شوق ہے۔ قیامت کے دن میری شفاعت سے سب سے زیادہ بہرہ مند وہ ہوگا جس نے اپنے دل وجان سے مخلص ہو کر "لا الہ الا اللہ" کہا۔[1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بھی بندہ خلوص دل سے "لا الہ الا اللہ" کہے اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جاتا ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔[2]

یہ مختصر خلاصہ ہے جن میں بعض قرآنی سورتوں کی فضیلت اور زندوں اور مردوں پر ان کی برکت بیان کی گئی ہے، ماقبل میں اس کی جو تحقیق گزری اکثر مذاہب کے نزدیک راجح ہے نیز اسی پر جمہور سلف وخلف کا عمل ہے کہ میّت کو قرآن کی تلاوت سے اسی طرح فائدہ ہوتا ہے جس طرح دعا، استغفار، صدقہ، حج اور اس کی قبر کی زیارت سے فائدہ ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب.

خاتمہ

قصر الامل و ذکر الموت: (امید کم کرنا اور موت کو یاد کرنا)

واضح رہے کہ امیدیں کم رکھنا اور موت کو بکثرت یاد کرنا ایک پسندیدہ امر ہے، جب کہ امیدیں زیادہ رکھنا اور موت کو بھلا دینا ایک ناپسندیدہ امر ہے جس سے بچنے کا حکم وارد ہوا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝[3]

(۱) رواہ البخاری فی کتاب العلم باب الحرص علی الحدیث.
(۲) رواہ الترمذی فی کتاب الدعوات باب دعاء ام سلمۃ.
(۳) سورۃ المنافقون، آیت: ۹.

دوسری جگہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَ لَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ (۱)

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ (۲)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: لذّتوں کو ختم کرنے والی چیز کو زیادہ یاد کرو۔ (۳)

نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ عقل مند لوگ کون ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: جو لوگ موت کو بکثرت یاد کریں اور اس کے لیے اچھی تیاری کریں وہی عقل مند ہیں۔ نیز ایسے ہی لوگ دنیوی اور اخروی وبزرگی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ (۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا میں مسافر کی طرح رہو بلکہ چلتے مسافر کی طرح۔ (۵)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے دنیا سے کیا مطلب؟ میں دنیا میں ایسے سوار کے مثل ہوں جو کسی درخت کے نیچے سایہ میں آرام کرے، پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔ (۶)

موت کو یاد کرنے کا مطلب

موت اس طرح یاد کرنا نفع بخش نہیں کہ انسان اپنی زبان سے صرف موت موت کہتا

---

(۱) سورة الحديد، آيت:١٦.

(۲) سورة الجمعة، آيت:٨.

(۳) رواه الطبراني في ابواب الزهد، باب ماجاء في ذكر الموت.

(۴) رواه الطبراني في الصغير باسناد حسن.

(۵) رواه البخاري في الرقاق.

(۶) رواه احمد في المسند.

رہے اس لیے کہ اس میں فائدہ کم ہے اگر چہ اس کی رٹ لگا تار ہے بلکہ زبان سے موت کا ذکر کرتے وقت، قلبی تفکر و استحضار بھی ضروری ہے۔ موت کی ہولناکیوں، اس کی سختیوں اور امور آخرت کا مشاہدہ کرنے کے وقت اس کی حالت کیا ہوگی؟ کس چیز کی وجہ سے وہ زندہ ہے اور کس طرح اس کا خاتمہ ہوگا؟ موت کے وقت اس کے گزرے ہوئے دوست و احباب کی حالت کیا رہی ہوگی؟ اور ان کا کیا انجام ہوا ہوگا؟ دوست و احباب کی کیا حالت رہی ہوگی؟ اور ان کا کیا انجام ہوا ہوگا؟ اور اس طرح دوسرے بہت سے افکار و اذکار ہیں جو دل کے لیے نفع بخش اور موثّر ہیں۔

بعض سلَف نے فرمایا: ہر ایسی چیز جس پر تمھیں مرنا پسند ہو، جب اسے دیکھو تو اپنا لو۔ اور ہر ایسی چیز جس پر تمھیں مرنا ناپسند ہو اس سے بچو۔ اس میں غور و فکر کرو کیوں کہ عمل کرنے والوں کے لیے اس میں بڑا فائدہ ہے۔

موت کو ناپسند کرنے کا مطلب

موت کا ناپسندیدہ ہونا ایسا طبعی امر ہے کہ انسان اس سے بچ نہیں سکتا۔ اور یہ اس لیے کہ موت بذات خود دردناک ہے اور انسان اور اس کی دنیوی محبوب و مانوس چیزوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے والی ہے۔ اور ان کو اس اسے جدا کر دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ سے ملاقات کو پسند کرے اللہ اس کی لقا کو محبوب رکھتا ہے، اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے تو اللہ اس کی لقا کو ناپسند فرماتا ہے۔ حضرت عائشہ نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں کا ہر کوئی موت کو ناپسند کرتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: بیشک مومن پر جب موت طاری ہوتی ہے تو اسے رحمت الٰہی کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ اور وہ اللہ سے ملاقات کا خواہش مند ہوتا ہے اور اللہ اس کی لقا کو پسند فرماتا ہے، اور جب کافر پر موت طاری ہوتی ہے تو اسے عذاب الٰہی کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ اور وہ اللہ کی ملاقات ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس کی لقا کو پسند نہیں فرماتا ہے۔[1]

حدیث قدسی میں بندۂ مومن کا وصف اس طرح مذکور ہے:

میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قُرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت

(۱) حدیث صحیح رواہ البخاری فی کتاب الرقاق.

کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔

ہاں! کبھی موت کی ناپسندیدگی کافی بڑھ جاتی ہے یہاں تک کہ معرفت و یقین کے انوار و تجلیات کی قوّت کے وقت اس کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ اور یہ کیفیت صاحب معرفت و یقین کو کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں لیکن اہل ایمان کے سلسلے میں جو عام معاملہ ہے کہ وہ موت کو محبوب رکھتے ہیں اس لیے کہ اس میں لقاے رب کا حصول ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والے گھر کی طرف پلٹنا ہے، فتنے اور تکلیف کی جگہ، دنیا سے نکلنا ہے، اور اہل دنیا بذات خود موت کو ناپسند کرتے ہیں اس لیے کہ اس میں تکلیف اور محبوبوں سے جدائی ہے ، اور ایمان جتنا ہی محبوب ہوتا ہے ، ناپسندیدگی اتنی ہی کم ہوتی ہے ۔ اور مقتضاے طبیعت کمزور ہوتا ہے۔ اور اس کا برعکس (یعنی ایمان جتنا ہی کمزور ہوتا ہے، ناپسندیدگی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے اور مقتضاے طبیعت مضبوط ہوتا ہے) اسے خوب سمجھو، اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت دے ۔

البتہ اطاعت الٰہی میں عمر کا دراز ہونا تو یہ محبوب و مطلوب امر ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

خَيْرُكُمْ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ. (۱)

یعنی تم میں بہترین شخص وہ ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اس کا عمل اچھا ہو۔ اطاعت الٰہی میں عمر جتنی لمبی ہوتی ہے نیکیاں اتنی ہی زیادہ ہوتی ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ اور غیر طاعت الٰہی میں عمر کا دراز ہونا آزمائش و شر ہے۔ برائیاں بڑھتی ہیں اور خطائیں دُگنا ہوتی ہیں۔

لوگوں میں سے جو شخص لمبی مدت تک رہنے کی خواہش اس غرض سے کرے تاکہ اچھے اعمال بکثرت بجالاے جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہوں، اس کے ساتھ ساتھ اس کا مرجع قرب الٰہی یا اعمال ہے؟ کا شوقین، اس کے لیے کمربستہ اور دنیوی امور کی مشغولیت سے پہلوتہی اختیار کیے رہے، تو وہ شخص، حضرات صادقین کی طرح ہے۔

اور اگر ان کے کرنے میں سُستی اور ٹال مٹول کرے (یعنی اعمال صالحہ کو بجالانے میں) تو وہ

(۱) رواہ الترمذی، فی الزھد.

جھوٹوں میں سے ہے اور بے فائدہ علت پیش کرنے والوں میں سے ہے۔ اس لیے کہ جو شخص کسی شئ کے لیے رہنا چاہتا ہے تو اس کی پوری توجہ اس میں لگی ہوتی ہے اس اندیشے سے کہ کہیں وہ فوت نہ ہو جائے اور اس کے اور اس چیز کے درمیان کچھ حائل نہ ہو جائے۔ خاص طور سے عمل صالح تو دنیا ہی میں ممکن ہے، دنیا کے علاوہ میں اس کا پایا جانا ہرگز ممکن نہیں اس لیے کہ آخرت دارالجزا ہے دارالعمل نہیں۔، لہذا اس میں خوب غور و فکر کرو اس امید پر کہ رب تعالیٰ اس کے ذریعہ نفع عطا کرے۔ اللہ سے مدد طلب کرو، صبر کرو، کوشش کرو، کمر بستہ رہو، اعمال صالحہ کی طرف سبقت کرو قبل اس کے کہ اس کی جانب راہ نہ پاؤ، فرصت کے وسیع لمحات کو غنیمت جانو قبل اس کے کہ تمھیں موت آجائے، اس لیے کہ تم آفتوں کی دہلیز پر اور موت کے نشانے پر ہو اور تمھاری وہ اصل پونجی جس کے بدلے تم اللہ تعالیٰ سے ابدی سعادت خرید سکتے ہو، یہ عمر ہی ہے، لہذا اس کے اوقات وایام، ساعات و لمحات اس چیز میں صرف کرنے سے بچو جس میں نہ کوئی بھلائی ہو اور نہ نفع۔ ورنہ موت کے بعد فوت شدہ چیزوں کی قدر و قیمت جب تمھیں معلوم ہوگی تو کافی حسرت و افسوس کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حدیث میں آیا ہے کہ آخرت میں انسانوں پر گزرے ہوے شب و روز کی ساعتیں، خزانوں کی شکل پیش کی جائیں گی، ہر دن اور ہر رات کے پیش کیے ہوئے خزانے ہوں گے جوان کے گھنٹوں کے حساب سے رہیں گے،۔ لہذا جس ساعت میں اطاعت الٰہی بجالایا ہے اس کو نور سے بھرا ہوا خزانہ پائے گا اور جس میں معصیت الٰہی کا ارتکاب کیا ہے وہ تاریکی سے بھرا ہوا ہوگا۔ اور جس ساعت میں نہ طاعت الٰہی ہو، نہ معصیت الٰہی، اسے خالی پائے گا جس میں کچھ نہیں ہوگا، لیکن جب اس خالی ساعت پر نظر پڑے گی تو انتہائی افسوس ہوگا کہ کاش! اس میں بھی طاعت الٰہی ہوتی تو وہ نور سے لبریز ہوتی اور اس کی زندگی کی ساعت جو تاریکی سے بھری ہوگی، اس کے دیکھتے وقت حسرت و افسوس میں اس کے لیے مرجانا مقدر ہوتا ہے، لیکن آخرت میں موت کا کوئی تصور نہیں۔ اللہ کی فرماں برداری کرنے والا اس وقت بہت خوش ہوگا ہمیشہ قابل رشک رہے گا اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی خوشی ورشک میں اضافہ ہوتا جائے گا، جب کہ اللہ کی نا فرمانی کرنے والا ہمیشہ مغموم ہوگا، اس کی رنجیدگی اور غم میں مسلسل اتنا اضافہ ہوگا جس کی کوئی حد نہیں، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ جب تک دارالاختیار یعنی دنیا میں ہے، اپنے لیے وہی چیز اختیار

کرے جو اس کے لیے نفع بخش ہو اور جو اس کے مرتبے کو بلند کرے، اللہ سب پر رحم فرمائے۔ اس لیے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو رشتۂ عمل اس سے منقطع ہو جاتا ہے۔[1]

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "البدایہ" میں فرمایا: معلوم ہو کہ موت کسی مخصوص وقت، مخصوص حالت اور مخصوص عمر میں نہیں آئے گی لیکن اس کا آنا تو ضروری ہے اس لیے دنیا کی تیاری سے بہتر اس کی تیاری کرنا ہے۔

امام غزالی "بدایہ" ہی میں ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: اے لوگو! غفلت کے دبیز پردے سے باہر آؤ اور موت کی طلب کرو، کیوں کہ موت قریب تر ہے۔ جب موت آئے گی تو امیدیں ختم ہو جائیں گی دنیوی معاملات دائرہ اختیار میں نہیں رہیں گے اور غفلت و لاپرواہی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حسرت و افسوس اور ندامت و شرمندگی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ موت کے قریب ہونے کے بارے میں غور و فکر کرنے کو ترک مت کر، آرزوؤں کو ختم کرنے والی موت کے طاری ہونے کی فکر نہ چھوڑ، معاملے کا ہاتھ سے نکل جانے کی فکر کر، کافی مدت تک دھوکے میں رہنے کی وجہ سے حسرت و شرمندگی جو حاصل ہوگی اس کی فکر کر۔

سلف صالحین میں سے اگر کسی سے کہا جاتا کہ کل آپ مرجائیں گے تو وہ پہلے ہی سے امور آخرت میں بہت زیادہ منہمک ہونے اور اعمال صالحہ میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس میں مزید اضافہ کی گنجائش نہ پاتے۔

سلف صالحین میں سے کسی نے نصیحت کرتے ہوئے کہا: ہر وہ چیز جسے کرتے ہوئے تم مرنا پسند کرتے ہو، اسے فوراً لازم پکڑ لو، اور ہر وہ چیز جسے کرتے ہوئے تم مرنا ناپسند کرتے ہو اسے فوراً چھوڑ دو۔

موت کو بکثرت یاد کرنے اور موت کے قرب کا خیال کرنے میں بے شمار فائدے ہیں مثلاً دنیا سے بے رغبتی، معمولی حصے پر قناعت، توشۂ آخرت یعنی اعمال صالحہ کا التزام، برائیوں سے پہلو تہی اور برائیوں کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرنے میں سبقت۔

موت کو بھول جانے اور امیدوں کو دراز کرنے میں ان مذکورہ فوائد کے برعکس بے شمار

(۱) النصائح الدينية للحبيب عبد الله علوی الحداد.

نقصانات ہیں مثلاً دنیا میں حد درجہ دلچسپی، دنیوی ساز و سامان اکٹھا کرنے میں بہت زیادہ چستی، دنیوی خواہشات سے آسودگی، دنیوی مطلب سے فریب خوردگی، گناہوں سے توبہ میں سستی اور اعمال صالحہ سے بے رغبتی۔

سلف صالحین نے کہا ہے: من طال أمله ساء عمله، یعنی جس کی آرزوئیں لمبی ہوں گی اس کا عمل برا ہوگا۔ [۱]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: میں تم پر جن باتوں کا اندیشہ کرتا ہوں وہ خواہشات کی پیروی اور آرزؤں کی درازگی ہے۔ اس لیے کہ خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے اور آرزؤں کی درازگی آخرت کو بھلادیتی ہے اور حدیث مرفوع میں ہے:

"أخوف ما أخاف علی امتی اتباع الھوی و طول الأمل"[۲]

یعنی میں اپنی امت پر جن باتوں کا اندیشہ کرتا ہوں وہ خواہشات کی پیروی اور آرزوں کی درازگی ہے۔

آخرت کو فراموش کردینے والی آرزؤں میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ اور یہی وہ آرزو ہے جس سے اللہ کے رسول ﷺ نے پناہ مانگی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

اعوذبك من كل أمل"

اے اللہ! میں ہر ایسی آرزو سے تیری پناہ کا طالب ہوں جو مجھے (تیری یاد سے) غافل کردے۔

حضور ﷺ کی دعاؤں میں سے یہ بھی ہے:

واعوذبك من دنیا تمنع خیر الاخرۃ ومن حیاۃ تمتع خیر الممات ومن آمل یمنع خیر العمل. [۳]

---

(۱) سبیل الاذکار والاعتبار بما یمر بالانسان و ینقضی له من الاعمال للحبیب عبد الله بن علوی الحداد الحضرمی الشافعی.

(۲) ذکرہ ابن عدی فی الکامل فی ترجمة علی بن ابی علی البیھقی عن جابر.

(۳) قال العراقی رواہ ابن ابی الدنیا فی قصر الامل من روایة حوشب (عن النبی ﷺ)

یعنی اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسی دنیا ہے جو آخرت کی بھلائی سے مانع ہو، ایسی زندگی سے جو موت کی بہتری میں رکاوٹ ہو اور ایسی آرزو سے جو عمل خیر سے غافل کردے۔

جب انسان کے دل پر دنیا میں درازی عمر کی خواہش غالب آجائے تو وہ دنیا کے اہتمام میں منہمک ہوجاتا ہے، دنیا جمع کرنے کی جدو جہد کرتا ہے یہاں تک کہ وہ فکر آخرت اور توشۂ آخرت سے غافل ہوجاتا ہے۔ اور وہ اسی کش مکش میں رہتا ہے کہ اسے موت آجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے تہی دست ہو کر ملتا ہے تو اس وقت وہ نادم و شرمندہ ہوتا ہے جب کہ ندامت و شرمندگی اس کے حق میں نفع بخش نہیں۔

پھر وہ کہے گا:

يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ (۱)

کہے گا ہائے کسی طرح میں نے جیتے جی نیکی آگے بھیجی ہوتی۔ (کنز الایمان)

اور کہے گا:

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ (۲)

اے میرے رب! مجھے واپس پھیر دیجیے، شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں۔ (کنز الایمان)

بیماری موت سے ڈرانے والی ہے

انسان جب بیمار ہوجائے تو اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ کثرت سے توبہ واستغفار اور ذکر الٰہی بجالائے، اور اپنے گذشتہ خطاؤں اور غفلتوں سے بارگاہ الٰہی میں معذرت خواہی کرتا رہے، اس لیے کہ اسے نہیں پتہ کہ شاید اسی مرض میں انتقال کرجائے ایسا اس لیے کرنا ضروری ہے تاکہ اس کے اعمال اور عمر کے آخری ایام نیکیوں پر ختم ہوں، اس لیے کہ اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے۔

بیماریاں آخرت اور رجوع الی اللہ کی یاد دلانے والی ہوتی ہیں، وہ سخت ہیں جن سے چھٹکارا

---

(۱) سورۃ الفجر، آیت: ۲۴.
(۲) سورۃ المومنون، آیت: ۹۹، ۱۰۰.

بہت مشکل ہے۔

اور انسان کو اپنے مرض کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں حد درجہ حسن ظن رکھنا چاہیے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

لا یموتن احدکم الا و ھو بحسن الظن باللہ تعالیٰ "[1]

تم میں سے کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ اللہ عزوجل کے بارے میں حسن ظن رکھے۔ اور یہی فکر اس کے دل پر چھائی رہے۔

حدیث قدسی میں ہے:

أنا عند ظن عبدی بی، و انا معه حین یذکرنی "[2]

میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوں، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب میرا وہ ذکر کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ ایک جوان مریض کی عیادت کو تشریف لے گئے تو اس سے فرمایا: کیسا محسوس کر رہے ہو؟ اس نے کہا: رحمت الٰہی کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے خائف ہوں، آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس مسلمان کے دل میں ایسے وقت میں رحمت الٰہی کی امید اور خشیت ربانی پائی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا کر دیتا ہے جس کی امید ہوتی ہے اور اس سے محفوظ و مامون فرما دیتا ہے جس سے خوف ہوتا ہے۔

تاہم مناسب یہ ہے کہ رحمت الٰہی سے امید کی کیفیت مریض پر غالب رہے خاص طور سے اس وقت جب موت کے آثار ظاہر ہوں، تاکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن رکھنے اور اس کے فضل و کرم، وسعت ورحمت اور دیدار الٰہی پر امید قوی کی حالت میں موت آئے۔

حدیث پاک میں ہے: جو لقائے الٰہی کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی لقا کو محبوب رکھتا ہے اور جو لقاء الٰہی کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی لقا کو ناپسند فرماتا ہے۔ اسی معنی میں ایک روایت اس طرح آئی ہے:۔ بندۂ مومن کو جب موت آتی ہے تو اسے رحمت الٰہی اور فضل ربانی کی

(۱) رواہ احمد فی المسند و مسلم فی صحیحه.
(۲) رواہ البخاری عن ابی ہریرة.

خوش خبری دی جاتی ہے۔ وہ اللہ کی لقا کو پسند کرتا ہے اور وہ اس کی لقا کو محبوب رکھتا ہے جب کہ منافق کو موت آتی ہے تو اسے عذاب الٰہی کی بشارت ہوتی ہے وہ لقائے الٰہی کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ اس کی لقا کو ناپسند فرماتا ہے۔

پرہیز گار مومن کو دنیا سے رخت سفر باندھتے وقت رحمت الٰہی کی بشارت دی جاتی ہے۔ جس وقت فرشتے اس پر سلامی پیش کرتے ہیں، دخول جنت، اور اس بات کی بشارت دیتے ہیں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم، تو دیدار الٰہی اور لقائے الٰہی کے شوق میں ایسا لگتا ہے کہ ان کی روحیں جسموں سے اڑ جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ [1]

وہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے ستھرے پن میں یہ کہتے ہوئے سلامتی ہو تم پر جنت میں جاؤ بدلہ اپنے کیے کا۔ (کنز الایمان)

اور ایک مقام پر رب تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْۤ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ﴿۳۲﴾ [2]

ترجمہ: وہ جنھوں نے کہا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمھیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ ہم تمھارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمھارے لیے ہیں اس میں جو تمھارا جی چاہے اور تمھارے لیے اس میں جو مانگو مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے اور اس سے زیادہ کسی کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔ (کنز الایمان)

---

(۱) سورۃ النحل، آیت: ۳۲.
(۲) سورۃ الفصلت، آیت: ۳۰، ۳۱، ۳۲.

مریض کے لیے مناسب یہ ہے کہ اپنے بدن اور کپڑوں کو ایسی نجاستوں سے محفوظ رکھے۔ جو نماز کے لیے مانع ہوں، کسی بھی حالت میں نماز ترک نہ کرے بلکہ اپنی حالت کے مطابق بیٹھ کر لیٹ کر یا جس طرح ممکن ہو سکے نماز ادا کرے۔ اور اپنے عمل کا اختتام دین کا اہم ستون نماز کو ضائع کر کے نہ کرے۔

مریض کے گھر والے اور اس کے اصحاب واحباب کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اسے نماز اور ذکر خیر پر آمادہ کریں ان کی مدد کریں نیز اسے اس کی یاد دلائیں۔

واضح رہے کہ نماز کی فرضیت مریض سے ساقط نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اس کی عقل سلامت رہے اور انی کنت من الظالمین کا کثرت سے ورد کرے اور سورہ اخلاص کی تلاوت کرے۔

پھر جب مریض پر مرض غالب آجائے، قرب موت کی علامتیں ظاہر ہوجائیں تو جو اہل واقارب اس کے پاس حاضر ہوں ان کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اسے بغور دیکھیں، اگر آثار جزع اور شدت خوف اس پر دیکھیں تو اس کے اچھے اعمال، رحمت الٰہی کی وسعت، گنہ گاروں اور کوتاہی کرنے والوں سے عفوو درگزر کا تذکرہ کریں۔ کیوں کہ سلف صالحین مرنے والوں کے ساتھ حاضرین کے اس طریقہ کو پسند فرماتے تھے اور بسا اوقات مرنے والے اپنے پاس موجود ہونے والے لوگوں سے ایسا کرنے کی گزارش کرتے تھے۔

یہ بھی تاکیدی حکم ہے کہ حاضرین مریضوں کو ”لا الہ الا اللہ“ کی تلقین کریں، جب مریض اسے کہہ لے تو پھر اس کا اعادہ کرنا مناسب نہیں، مگر کوئی دوسرا کلام کرے تو پھر تلقین کریں۔ مناسب یہ ہے کہ مریض کے پاس سورہ یٰس کی تلاوت بیان کی جائے کہ اس سے روح کے نکلنے میں آسانی ہوتی ہے اور موت کے لیے مصائب و آلام بہت ہوتے ہیں اور بسا اوقات بعض مومنوں پر آسان اور نرم ہوتا ہے ملک الموت علیہ الصلوۃ والسلام کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا میں ہر مومن کے لیے شفیق اور دوست ہوں اور کبھی کبھی روح قبض کرتے وقت مردوں پر قسم قسم کے آزمائش طاری ہوجاتی ہیں اللہ کی پناہ اس وقت سے۔

اسی وجہ سے حاضرین کو چاہیے کہ خوب خوب قرآن کی تلاوت کریں، امید والی حدیثوں کو بیان کریں اور صالحین کی حالتوں کا ذکر جمیل کریں۔

بعض روایتوں میں ہے کہ شیطان لعین بندے کی موت کے وقت اس کے پاس اس تاک میں رہتا ہے کہ اسے فتنہ میں ڈالے لیکن وہ توان لوگوں پر سلطان ہے جو اسے والی بنائیں اور جو شرک کریں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ (۱)

ترجمہ: اس کا قابو تو انھیں پر ہے جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور اسے شریک ٹھہراتے ہیں۔ (کنز الایمان)

ایک مقام پر ارشاد ہے:

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِالۡقَوۡلِ الثَّابِتِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيۡنَ ۚ وَيَفۡعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ (۲)

ترجمہ: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرے۔ (کنز الایمان)

حضرات اسلاف کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم برے خاتمہ سے سخت خوف رکھتے تھے اس بارے میں ان کے واقعات و حکایات بہت ہیں جن کا ذکر طوالت کا سبب ہوگا، اس سلسلے میں ایک واقعہ ہے جو سخت خوف کا تقاضہ کرتا رہتا ہے، جیسے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد: قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بے شک تم میں کا ایک شخص اہل جنت عمل کا کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہتا ہے، کہ اس کی تقدیر سبقت کر جاتی ہے تو اہل دوزخ کا عمل کرنے لگتا ہے، تو اس میں چلا جاتا ہے، اور تم میں کا ایک شخص اہل دوزخ کا عمل کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہتا ہے، اس کی تقدیر سبقت کر جاتی ہے، تو اہل جنت کا عمل کرنے لگتا ہے پھر اس میں چلا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک انسان لوگوں کی نظر میں اہل جنت کا عمل کرتا رہتا ہے۔ حالاں کہ وہ اہل دوزخ سے ہوتا ہے، اور انسان دنیا کی نظر میں اہل دوزخ کا عمل کرتا رہتا ہے

(۱) سورۃ النحل، آیت: ۱۰۰.
(۲) سورۃ الابراھیم، آیت: ۲۷.

حالاں کہ وہ اہل جنت سے ہوتا ہے۔

حضرات سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا: اللہ کی پناہ !درج ذیل لوگوں پر سوئے خاتمہ کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ نماز سے لاپرواہی کرنے والا، شراب نوشی کا خوگر، والدین کا نافرمان، مسلمانوں کو تکلیف دینے والا، کبائر پر اصرار کرنے والا، معاصی کا ارتکاب کرکے بارگاہ الٰہی میں توبہ نہ کرنے والا۔ اور اسی پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ۠ (۱)

پھر جنھوں نے حد بھر کی برائی کی ان کا انجام یہ ہوا کہ اللہ کی آیتیں جھٹلانے لگے اور ان کے ساتھ تمسخر کرتے۔ (کنزالایمان)

مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا امیدوار رہے۔ تاکہ بغیر کسی وسیلے کے ابتداء اسلام جیسی نعمت جو اسے ملی ہے وہ کہیں ختم نہ ہوجائے اور ساتھ ہی اس سے بھی ڈرے کہ اس عظیم نعمت پہ ادائگی شکر میں کوتاہی نعمت اسلام ملنے کی وجہ سے کہیں اس میں تبدیلی نہ ہوجائے۔

بعض اسلاف کرام اس بارے میں اللہ کی قسم کھاتے تھے کہ جس نے بھی اسلام جیسی نعمت کی قدر نہ کی اور اس کے چھین لیے جانے سے بے خوف ہوا، تو اس سے یہ نعمت چھین لی گئی۔ لہذا انسان کو چاہیے کہ رب علیم و قدیر کی بارگاہ میں رو رو کر اور گڑگڑا کر یہ دعا کرے کہ اسے حسن خاتمہ نصیب ہو۔

ابلیس لعین کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کا سوال کرتا ہے وہ میری پیٹھ توڑ دیتا ہے.

اے پروردگار !اپنے فضل و کرم کے صدقے ہمیں، ہمارے احباب اور تمام مسلمانون کو موت کے وقت خاتمہ بالخیر عطا فرما..

(۱) سورۃ الروم، آیت: ۱۰.

(المحتضر)

جس پر موت طاری ہونے والی ہو

سنت یہ ہے کہ مریض الموت کو اس کے دائیں پہلو پر قبلہ رولٹایا جائے، جب اسے موت آجائے تو اس کی آنکھیں بند کردی جائیں اس لیے کہ وہ اس وقت ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے: "ان البصر ینبع الروح" بے شک نگاہ روح کے تابع ہوتی ہے، اور اس وقت حاضرین اس کے گناہوں کی مغفرت اور اس پر رحمت الٰہی کے نازل ہونے کی دعا کریں۔ اس لیے کہ اللہ کے مقدس فرشتے موجودین کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ رونے کی اجازت ہے تاہم صبر افضل اور بہتر ہے۔

نوحہ بازی کرنا اور چیخنا چلانا

نوحہ بازی کرنا، میت کی خوبیاں شمار کرنا، سر پر مٹی ڈالنا، چہرا پیٹنا، گریبان چاق کرنا وغیرہ۔ یہ ایسے امور ہیں جو شریعت میں سخت حرام ہیں بلکہ ان کی ممانعت اور وعیدوں کے بارے میں صحیح حدیثیں آئی ہیں۔

موت کی تمنا کرنا

کسی مصیبت اور پریشانی مثلا بیماری، تنگدستی وغیرہ دنیوی مشقتوں کی وجہ سے موت کی آرزو اور دعا کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر دین میں فتنہ اندازی کا اندیشہ ہو تو موت کی تمنا کرنا جائز ہے بلکہ بسا اوقات مستحب بھی ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تم میں کا کوئی، کسی در پیش ہونے والی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے۔ ہاں! اگر موت کی تمنا کیے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو یوں کہے: اے پروردگار! جب تک میرا زندہ رہنا بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور اگر موت میرے لیے بہتر ہو تو مجھے موت دیدے۔[1]

---

(۱) رواہ البخاری و مسلم و ابو داؤد، والترمذی، والنسائی.

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تم میں کا کوئی ہرگز موت کی تمنا نہ کرے کیوں کہ اگر وہ نیکوکار ہوگا تو امید ہے کہ نیکیوں میں مزید اضافہ ہوگا اور اگر خطاکار ہوگا تو امید ہے کہ توبہ واستغفار کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہ لے۔ [1]

موت ہر خاص وعام اور تمام مخلوق کے لیے ایک حتمی اور یقینی امر ہے۔ اللہ رب العزت نے اس میں طاقت ور، کمزور، ادنی اور اعلی سب کو ایک درجے میں رکھا ہے۔ اس کے ذریعہ ظالموں کو مغلوب کیا ہے، شاہان روم وفارس کی شان وشوکت اور ان کے غرور کو ختم کیا ہے، اور پرہیزگار مومنوں کے لیے موت کو عظیم تحفہ اور اپنی قربت کا اہم ذریعہ بنایا ہے جب کہ کافروں اور منافقوں کے لیے حسرت وندامت اور سخت گرفت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

بعد موت غسل دینے کا بیان

جب بندۂ مومن کا انتقال ہو جائے تو اسے نہلانے، کفن دینے اور نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دفن کرنے میں جلدی کی جائے۔ اور ان امور کی انجام دہی میں شریعت سے ثابت شدہ طریقوں کا لحاظ کیا جائے۔ اعزہ واقربا، دوست واحباب اور دیگر مسلمانوں کو اس کی موت کی خبر دی جائے تاکہ وہ اس کے حق میں رحمت ومغفرت کی دعاکریں اور اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوں۔

جس مسلمان کے پاس موت کی خبر پہنچے وہ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے: اے اللہ! تو اس کے دفتر اعمال کو علیین میں جگہ عطا فرما، تو اپنی بارگاہ میں اسے محسنین کا درجہ عنایت فرما، اس کے پسماندگان اور اس کی آنے والی نسلوں میں اس کا بہترین بدل عطا فرما۔ اور اے رب! ہماری اور اس کی بخشش فرما۔ اس کے لیے دعا مغفرت کرے، اس کی اچھائیوں کو بیان کرے۔

آقا ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مردوں کی اچھائیاں بیان کرو اور ان کی خطاؤں سے چشم پوشی کرو۔ [2] تعریف و توصیف میں مبالغہ آرائی کرنا، اور اٹکل پچو باتیں کرنا جو جھوٹ پر مشتمل ہوں یا ان کے قریب ہوں جائز نہیں۔

---

(۱) رواہ البخاری.
(۲) ترمذی، ابو داؤد، ابن حبان.

جنازے کو رخصت کرنا اور اسے دفن کرنا

مسلمان کا جنازہ رخصت کرنے، اس کی نماز جنازہ پڑھنے اور اس کے دفن میں شریک ہونے پر بڑا فضل و ثواب ہے۔ حدیث صحیح میں ہے:۔ بیشک جو کسی مسلم کا جنازہ رخصت کرے، یہاں تک کہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھے، تو اس کے لیے ایک قیراط اجر ہے، اگر اس کے ساتھ مزید رہا یہاں تک کہ وہ اس کی تدفین میں شریک رہا تو اس کے دو قیراط ہیں، اور ایک قیراط احد پہاڑ کے مثل ہوتا ہے۔[1]

جنازہ کو جلد قبر تک پہنچانا چاہیے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب جنازہ تیار ہو جاتا ہے اور لوگ اسے اٹھاتے ہیں تو اگر وہ نیک ہو تو کہتا ہے: مجھے جلدی لے چلو جلدی لے چلو، اور نیک نہ ہو تو کہتا ہے: ہائے افسوس! تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟[2]

آقا علیہ السلام نے فرمایا جنازہ کے ساتھ جلدی کرو کیوں کہ اگر وہ نیک ہے تو خیر ہے تم اسے خیر کی طرف پہنچا دو گے، اور اگر وہ نیک نہیں ہے تو وہ شر ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتارو گے۔[3]

میت کو یہ شعور و ادراک ہوتا ہے کہ اسے کون غسل دے رہا ہے، کون کفن پہنا رہا ہے، اور اسے کون قبر میں اتار رہا ہے اور ایک روایت میں آیا ہے کہ اس کی روح ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے جسے لیے ہوئے اس کے قریب کھڑا رہتا ہے اور اسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا ہے۔ وہ اپنی تعریف اور ندامت سب سنتا ہے۔ جب میت کو قبر میں رکھا جائے تو مستحب ہے کہ رکھنے والا کہے بسم اللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ اور جو قبر سے قریب ہو وہ تین مرتبہ مٹی ڈالے پہلی مرتبہ پڑھے: منھا خلقنا کم (اسی مٹی سے ہم نے تم کو پیدا کیا) دوسری مرتبہ کہے: و فیھا نعیدکم، (اور اسی ہم لوٹائیں گے) اور تیسری مرتبہ کہے: و منھا نخرجکم تارۃ اخریٰ (اور دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے)۔ اور آہستہ آہستہ اس پر مٹی ڈالے۔ جب مٹی برابر ہو جائے تو مناسب ہے کہ اس کے پاس حاضرین تھوڑی دیر رک کر قرآن مجید کی تلاوت کریں اس کے لیے

---

(۱) رواہ البخاری و مسلم.
(۲) رواہ البخاری فی کتاب الجنائز.
(۳) رواہ البخاری و مسلم.

استغفار کریں، اور (جواب نکیرین میں) ثابت قدم رہنے کی دعا کریں اس لیے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے یعنی منکر اور نکیر جو قبر میں آزمائش اور سوال کرنے پر مامور ہیں دفن کے بعد دونوں میت سے حدیث کے مطابق یہ تین سوال کرتے ہیں، من ربك ؟تیرا رب کون ہے؟ما دینك ؟ تیرا دین کیا ہے؟ و ما نبیك ؟ تیرا نبی کون ہے؟ تو جسے اللہ ثابت قدم رکھے وہ کہتا ہے ،اللہ ربی میرا رب اللہ ہے، والاسلام دینی ،میرا دین اسلام ہے، و محمد نبیی، میرے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ثابت قدم نہ رکھے تو جس قدر وہ دنیا میں شک و تردد، اللہ کے احکام کی پامالی اور اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کا ارتکاب کرتا تھا اسی کے مطابق حیران و متردد ہوتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے ھا ھا لا ادری (افسوس میں نہیں جانتا) جیسا کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے تو اس وقت وہ دونوں اسے مارتے ہیں اور قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے اور عذاب سے بھر جاتی ہے۔

اور ثابت قدم مومن جو اپنی زندگی میں ایمان و طاعت پر گامزن ہوتا ہے اسے وہ بشارت دیتے ہیں اس کی قبر کشادہ ہو جاتی ہے اور روشنی و آرام سے قبر بھر جاتی ہے ،اور اس کے اعمال صالحہ نماز، روزہ، صدقہ، تلاوت قرآن ، ذکر الٰہی وغیرہ اسے گھیر لیتے ہیں ،اور اس سے خوف اور ہول ناکیاں دور کر دیتے ہیں۔ آقا ﷺ نے فرمایا: قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے کنوں میں سے ایک کنواں ہے، اور فرمایا: میں نے قبر سے زیادہ خوف ناک منظر نہیں دیکھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قبر پر حاضر ہوئے تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی، ان سے پوچھا گیا کہ آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو اس قدر نہیں روتے، آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہتے ہوئے سنا ہے کہ قبر، آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے تو جو شخص اس سے نجات پا گیا تو بعد کی منزل تو اس کے ہے بعد کی منزل اسے آسان ہو گی اس کے لیے آسان ہو گی اور اگر اس سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد کی منزل اس سے بھی زیادہ سخت تر ہو گی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عذاب قبر اکثر تین وجہ سے ہوتا ہے: غیبت، چغلی، اور پیشاب سے نہ بچنے سے۔ اور حدیث پاک میں ہے:

عام طور سے قبر کا عذاب پیشاب کی وجہ سے ہے۔ اور اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور نے دو قبر والوں پر عذاب ہوتے ہوے سنا تو کھجور کی شاخ منگوا کر ان کی قبروں پر رکھوایا اور فرمایا امید ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی جب تک دونوں تر رہیں گی۔ یہ دونوں

عذاب میں تھے، اور کسی بڑے معاملے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا نہ تھے بلکہ ان میں ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ یہ حدیث صحیح مشہور ہے۔

نبی ﷺ عذاب قبر سے بکثرت پناہ مانگتے تھے اور ہر نماز میں تشہد کے بعد والی دعا میں اور صبح و شام کے وظیفوں میں اس کا حکم فرماتے لہذا عذاب قبر حق ہے اور اسی طرح قبر کی آسائش بھی برحق ہے۔

قبر میں اللہ تعالی میت کو جن چیزوں سے نفع دیتا ہے اور عذاب دفع کرتا ہے ان میں سے اس کے لیے دعا، استغفار اور اس کی طرف سے صدقہ کرنا ہے۔ اور اس بارے میں بے شمار روایات وآثار ہیں۔ جن میں سے بہت سی روایات کا ذکر ماقبل میں ہو چکا ہے۔

روایت کی جاتی ہے کہ زندوں کی طرف سے مردوں کے لیے صدقات، خیرات، دعا اور تلاوت قرآن وغیرہ کار خیر کے تحفوں کو فرشتے ان کے پاس نور کی سینیوں میں سجا کر باریک ریشم کے رومالوں سے پردہ کرکے لے جاتے ہیں اور ان مردوں سے کہتے ہیں: یہ تحفہ ہے جسے فلاں شخص نے تمھارے لیے بھیجا ہے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے اور اس سے فرحت محسوس کرتا ہے۔

ر بنا تقبل منا انك انت السميع العليم ، وتب علينا انك انت التواب الرحيم ربنا لا تزغ قلو بنا بعداذهديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب، ربنا افرغ علينا صبرا وتوفنا مسلمين ... و صلى الله وسلم على سيدنا ومولانا محمد عبد الله و رسوله الا مين على وحيه وتنزيله، وعلى آله الطيبين الطاهرين وعلى اصحابه الهداة المهتدين، وعلى التابعين لهم باحسان الى يوم الدين، وعلينا معهم وفيهم برحمتك يا ارحم الراحمين

بتوفیق الٰہی ترجمہ کا کام مکمل ہوا۔

عبدالخالق مصباحی بن محمد ولی عالم رضوی (نور اللہ مرقدہ)

۱۸/ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ /۱۹فروری ۲۰۱۴ء

چہار شنبہ شب ۱:۲۵ بجے

جامعہ اشرفیہ عزیزی ہاسٹل روم نمبر ۷۶

المتوطن: انگس ہگلی، مغربی بنگال (الہند)

اعلان

ڈال دی قلب میں عظمتِ مصطفیٰ
سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

بکرم اعلیٰ حضرت مجدد اعظم، قافلۂ سالار سواد اعظم علامہ شاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
بفیض رئیس اعظم اڑیسہ حضور مجاہد ملت، علامہ سید شاہ محمد حبیب الرحمٰن عباسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
بعنایت حافظ ملت جلالۃ العلم ابوالفیض علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی۔

مغربی بنگال کے ضلع ہگلی تیلی پاڑہ کے سنگم پر بزرگان دین کا اپنے مقدس ہاتھوں سے لگایا چمن مدرسہ رضویہ حبیبیہ، ایک قدیم وممتاز دینی درسگاہ جو حصول علم دین کے پیاسوں کو ایک عرصے سے سیراب کررہا ہے۔ مدرسہ ہذا میں شعبۂ عالمیت، حفظ وقرأت نیز عصری مضامین کے ساتھ پرائمری درجات کا معقول بندوبست ہے۔ باہر سے آنے والے طالب علموں کے قیام و طعام اور کتاب وروشنی نیز علاج ومعالجے کے علاوہ دیگر سہولیات کا معقول انتظام ہے۔

اس ہوش ربا گرانی کے عالم میں مدرسہ ہذا کے مزید دیگر ترقیاتی منصوبوں کو عمل میں لانے کے لیے کافی دشواریاں پیش ہیں۔ قوم مسلم کے اہل ثروت، دردمند اور مخیر حضرات اگر اس طرف بھی کچھ توجہ کریں تو انشاء اللہ ان منصوبوں کو عبور کرلینا کافی آسان ہوجائے گا۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے
اٹھ مرے دھوم مچانے والے

جس نے پیدا کیے کتنے لعل وگہر　　حافظ دین وملت پہ لاکھوں سلام

احقر العباد
محمد عالم گیر مصباحی
صدر المدرسین
مدرسہ رضویہ حبیبیہ تیلنی پاڑہ، ہگلی

صُفہ اسٹوڈینٹس آرگنائزیشن آف جامعہ اشرفیہ (کولکاتا)

کولکاتا اور اس کے اطراف واکناف کے حساس، دور اندیش اور شاہین صفت طلبۂ اشرفیہ نے ملی، اتحادی، تعلیمی، دعوتی، اصلاحی، فکری اور اشاعتی تقاضوں کے پیشِ نظر ۱۱/اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز جمعرات تنظیم ”صفہ اسٹوڈینٹس آرگنائزیشن آف جامعہ اشرفیہ“ کی بنیاد ڈالی۔ اپنے قیام کے روزِ اول ہی سے تنظیم اپنے مندرجہ ذیل اہداف کی حصول یابی کے لیے مسلسل کوشاں ہے۔

تنظیم کے اغراض ومقاصد

(۱)- لائبریری کا قیام۔

(۲)- بزم کا انعقاد

(۳)- جداریوں کا اجرا۔

(۴)- حسب استطاعت غریب ونادار طلبہ کی مکمل کفالت

(۵)- مسلم نوجوان طلبہ کو حصولِ تعلیم پر آمادہ کرنا۔

(۶)- تعلیم کے ضمن میں طلبہ کو ضروری اور ممکنہ سہولیات کی فراہمی۔

(۷)- عام فہم زبان میں عوام الناس کے لیے مذہبی کتابیں، پمفلٹ وغیرہ شائع کرنا اور جابہ جا علمی، فکری اور دعوتی نشستیں قائم کرنا۔

آوازِ رئیس القلم...

"ایک عرصہ سے چیخ رہا ہوں، زندہ رہنا ہے تو سوچنے اور برتنے کا انداز بدلنا ہوگا، فولاد کی تلوار کا زمانہ ختم ہوگیا، اب قلم کی تلوار سے معرکے سر کیے جارہے ہیں۔ پہلے کسی محدود رقبے میں کفرو ضلالت کی اشاعت کے لیے سالہاسال کی مدت درکار ہوتی تھی، اور اب پریس کی بدولت صرف چند گھنٹوں میں شقاوتوں کا ایک عالمگیر سیلاب امنڈ سکتا ہے۔

ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھیے آج ہندوستان کا ہر فرقہ قلم کی توانائی اور پریس کے وسائل سے کتنا مسلح ہوچکا ہے، اتنا مسلح کہ اس یلغار سے ہمارے دین کی سلامتی خطرے سے دوچار ہوتی جارہی ہے۔ بلکہ بعض ایسی بھی جماعتوں کی میں نشان دہی کرسکتا ہوں جن کے وجود کا سر رشتہ ماضی سے نہیں ملتا لیکن اس اجنبیت کے باوجود صرف قلم کے وسائل کے بل بوتے پر وہ روئے زمین پر طوفان کی طرح پھیلتی جارہی ہیں اور ان کا اجنبی لٹریچر سیکڑوں سال کی ہماری قابلِ اعتماد تصنیفات کو نہایت تیزی کے ساتھ پیچھے چھوڑتا جارہا ہے۔

فکری مزاج کی تعمیر میں قلم کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ فکری استحکام کے بغیر کوئی بھی جماعت طوفان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ پریس کا ہی یہ کرشمہ ہے کہ فتنہ صبح کو جنم لیتا ہے، دوپہر کو جوان ہوتا ہے اور شام ہوتے ہوتے آبادیوں کے لیے ایک دردناک آزار بن جاتا ہے۔

اپنی جماعت کی سرگزشت اتنی شان دار ہے کہ بس ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اول تو ہمارے یہاں مطالعے ہی کا ذوق بہت کم ہے اور کچھ ہے بھی تو جماعتی بہبود کا جذبہ برائے نام، ہمارے یہاں جس کام کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے وہ تقریروں کا اسٹیج ہے، اس پر ہم لاکھوں روپے بے دریغ لٹا دیتے ہیں اور ہمیں ذرا بھی تکان محسوس نہیں ہوتی، البتہ قلم کے ذریعہ خدمتِ دین پر سرد مہریوں کا تماشا قابلِ دید ہوتا ہے۔"

(علامہ ارشد القادری مصباحی) (جامِ نور، کلکتہ)

Isaal-e-Sawab Ki Sharai Haisiyat

Published By-

Suffa Students Organization of Jamia Ashrafia (Kolkata)